Scanned with CamScanner

تو میرا اعتبار کرنا

فوزانہ مغل

کب نہ کرتا ہمیں مایوس کہ تیری جانب
ہو کے ہم خود سے الگ، خود سے جدا آئے ہیں
ہم تہی دست جو تھے اور بھلا کیا کرتے
خود چلے آئے ہیں اور لب پہ دعا لائے ہیں

دوپہر سے وہ ان سے ناراض ہو کر اپنے کمرے میں قید تھی۔ اوپر سے بھوک ہڑتال کر کے اپنی دھان پان سی جان پر ظلم کر رکھا تھا۔ اس وقت بھی بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی رونے میں مصروف تھی۔ معاً دروازہ دھڑ دھڑ بج اٹھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" اس نے چیخ کر تقریباً پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"دروازہ کھولو انوشہ، پلیز کھانا کھالو۔" علونیہ باہر سے چلائی۔

"نہ میں دروازہ کھولوں گی اور نہ مجھے کھانا کھانا ہے۔" وہ غصے میں سوں سوں کرتی ہوئی بولی۔

"پلیز انوشہ، کھانا تو کھا لو کھانے سے تمہاری کیا دشمنی؟" علونیہ نے بڑی نرمی سے کہا۔

"علونیہ آپی! یہ مفید مشورے اپنے پاس رکھو۔" اس نے جل کر منہ تکیہ میں دے دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ شائستہ بیگم نے بجایا۔

"انوشہ! بیٹا دروازہ کھولو۔" انہوں نے بڑے پیار سے کہا۔

"پلیز امی، مجھے تنگ نہ کریں۔"

"اچھا بیٹا، غصہ تھوک دو اور کھانا کھالو دیکھو تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" شائستہ کے لہجے میں بڑی نرمی تھی۔

"میں کھانا اس وقت کھاؤں گی جب آپ لوگ میری بات مانیں گے۔"

"انوشہ! بے جا ضد چھوڑ دے۔" وہ اب بھی نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

"یہ بے جا ضد ہے، جب ابو کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر آپ کیوں؟" وہ ایکدم ہی رونے لگی۔

"باپ کے لاڈ پیار نے ہی تو تمہارا دماغ خراب کیا ہے۔" شائستہ بھی غصے میں کہتی ہوئی دروازے سے ہٹ گئیں۔

اس کی جاب کرنے کی تھی۔ علونیہ نے تو بی۔ اے کے بعد تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ شائستہ بیگم بڑی بیٹی سے بہت خوش تھیں لیکن انوشہ نے بی۔ ایس۔ سی میں فرسٹ پوزیشن لی تھی اب اسے جاب کرنے کی خواہش تھی۔ ایک فرم سے اسے بہت اچھی آفر ہوئی تھی۔ اس نے گھر میں ذکر کیا تو شائستہ بھڑک اٹھیں۔ لڑکیوں کا جاب کرنا انہیں سخت ناپسند تھا، لیکن اس کے برعکس احسان صاحب کی طرف سے کوئی پابندی نہ تھی۔ وہ بہت کھلے ذہن کے انسان تھے، انہوں نے کھلے دل سے انوشہ کو جاب کرنے کی اجازت دے دی لیکن اس پر جب شائستہ بیگم شوہر پر بگڑیں تو وہ خاموش ہو کر رہ گئے۔

دو دن سے انوشہ ماں کو پیار سے رام کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں تو انوشہ نے کمرے میں بند ہو کر بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ اس کے کمرے کا دروازہ تو بند ہی تھا ساتھ ہی اس نے دونوں طرف کی کھڑکیاں بھی اندر سے بند کر رکھی تھیں۔

رات کو پھر اسے کھانے پر بلایا گیا لیکن اس کا جواب

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

افضال بکسٹال
مین روڈ سندھی ہوٹل بازار
نیو کراچی - کراچی

Scanned with CamScanner

پھر انکار میں تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر احسان صاحب کے کہنے پر۔ رمیز اور دانیال کو روشن دان پر سیڑھی لگانی پڑی' دانیال نے سیڑھی پر چڑھ کر روشن دان میں بیٹھ کر اندر کی صورت حال کا جائزہ لیا۔

انوشہ اپنے خیالوں میں مگن ایزی چیئر پر بیٹھی' بڑی اضطرابی کیفیت میں جھول رہی تھی۔ دانیال نے گردن موڑ کر نیچے کھڑے رمیز کو اشارے سے اندر کی صورت حال بتائی۔

"جاؤ ۔۔۔ اللہ کے حوالے۔" رمیز شرارت سے مسکرایا۔ دانیال نے اندر کودنے کے لیے پہلے روشن دان سے کھڑکی کے ہینڈل پر ایک پیر جمایا' پھر اسی طرح دوسرا پیر بھی رکھا دونوں ہاتھ روشن دان پر اور پیر کھڑکی کے ہینڈل پر جما کر وہ اس کے فوم کے نرم بیڈ پر بڑی مہارت سے کود گیا۔

"چچ۔۔۔چور۔" انوشہ اپنے خیال سے چونک کر ایک دم چیخ کے اٹھ کھڑی ہوء۔

"میرا خیال ہے جاب کے غم میں تمہاری نظر بھی کمزور ہوگئی ہے۔" دانیال بیڈ سے اترا۔

"کیوں آئے ہو تم؟" انوشہ کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"آیا نہیں بھیجا گیا ہوں۔ پھوپا جان نے حکم دیا بیٹا کود جا' ہم کود گئے۔" دانیال دل جلانے والی مسکراہٹ لیے اس کے قریب آگیا۔

"اب میں آپ کو حکم دے رہی ہوں کہ جس راستے سے آپ آئے تھے اسی راستے سے واپس نکل جائیں۔"

انوشہ نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"مادام۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن واپسی اس راستے سے مشکل ہے اگر۔۔۔۔ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو ہم اس راستے سے چلے جائیں۔" دانیال نے بڑی مسکین سی صورت بنا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی بڑی چالاکی کے ساتھ دروازے کے قریب آکھڑا ہوا۔

"کوئی ضرورت نہیں' میں تم سب کی چال سمجھتی ہوں۔" انوشہ غصے میں بولی۔

"ارے بھئی دانیال' زندہ بھی ہو یا اگلے جہاں کوچ کر گئے ہو؟" دروازے کے باہر رمیز کی آواز سنائی دی۔

"بس یار تیاری سمجھو۔" دانیال انوشہ کے خطرناک تیور دیکھتے ہوئے بولا جو اسے گھور رہی تھی۔

"ارے انوشہ دیکھو تو تمہارے پیروں میں کاکروچ۔" دانیال نے اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا۔

"ہائے۔۔۔" وہ ایکدم چیخ کر اچھلی اور دانیال نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً دروازہ کھول دیا۔

علونیہ کھانے کی ٹرے لیے فوراً اندر داخل ہوگئی اور دانیال فوراً باہر کھسک گیا کیوں کہ اسے اپنی جان بے حد عزیز تھی اور انوشہ سے کوئی بعید نہ تھی کہ وہ اس کی بھی کھنچائی کر دیتی۔

"چلو' انوشہ کھانا کھالو' کب تک فاقے کرو گی میری جان۔" علونیہ نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے بہن کی طرف دیکھا۔ وہ غصہ میں خاموش کھڑی پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ دانیال کی شرارت وہ سمجھ چکی تھی۔

"انوشہ! کھانا کھالو پلیز' دیکھو ابو تمہاری وجہ سے پریشان ہیں اور پھر لڑائی تمہاری امی سے ہے۔ کوئی کھانے سے تو نہیں۔ چلو شاباش۔" علونیہ نے بڑے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"میں کھالوں گی۔ آپ جائیں۔" انوشہ نے بڑے [illegible] انداز میں کہا۔

"[illegible] میں جارہی ہوں' لیکن تم کھانا ضرور کھا لینا۔" علونیہ [illegible] نرم پڑتے دیکھ کر جانے میں ہی عافیت جانی۔

دم [illegible] باہر نکلی انوشہ نے بھری ہوئی ٹرے اٹھا کر کمرے [illegible] دی اور فوراً دروازہ لاک کر لیا۔

برتنوں کے شور [illegible] ہی اس طرف آگئے۔

"دیکھ لیا آپ نے اپنی لاڈلی کا حال' کیسے خدا کے رزق کو ٹھکرا رہی ہے۔" شائستہ شوہر پر بگڑیں۔

"دیکھو بیگم' دونوں فریقین میں سے کسی ایک کو جھکنا پڑے گا۔" احسان صاحب بڑے ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے۔

"تو آپ بیٹی کے سامنے مجھے جھکانا چاہتے ہیں۔" شائستہ تیز لہجے میں بولیں۔ علونیہ زمین پر ٹوٹے بکھرے برتن سمیٹ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"دیکھو شائستہ' کبھی کبھی اولاد کی بھی بات ماننا پڑتی ہے اور پھر اس معصوم نے کون سی انہونی خواہش کی ہے۔" احسان صاحب نرمی سے بولے۔

"جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے تو پھر اسے کیا ضرورت ہے نوکری کرنے کی؟" وہ جھلا کر بولیں۔

"بچی ہے' شوق پورا کرلینے دو۔" احسان صاحب نے

Digestkhazy.com

Scanned with CamScanner

انہیں قائل کرنا چاہا۔

"آپ کی شہ پر تو وہ یہ سب کچھ کر رہی ہے لیکن میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی۔" وہ غصہ میں کھولتی ہوئی اپنا فیصلہ سنا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

اندر دروازے کے ساتھ لگی انوشہ نے ماں باپ کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن لی تھی۔ "امی اگر ضدی آپ ہیں تو میں بھی آپ ہی کی بیٹی ہوں۔" وہ بھی فیصلہ کرتے ہوئے اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

رات کے دس بج رہے تھے وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی کروٹ پر کروٹ بدل رہی تھی۔ مارے بھوک کے [illegible] حال تھا۔ "یعا" کسی نے کھڑکی پر دستک دی۔ انوشہ نے چونک کر اس سمت دیکھا اور نظرانداز کر دیا لیکن کھڑکی پر دستک مسلسل ہو رہی تھی۔ وہ جلتی بھنتی بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب [illegible]

"کون ہے...؟" وہ جھلا کر بولی۔

"انوشہ! کھولو میں ہوں۔" شیراز کی گھمبیر آواز ابھری۔

"میں نہیں کھول رہی۔ آپ کو بھی ان سب نے بھیجا ہے۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"مجھے کسی نے نہیں بھیجا۔ پلیز تم کھولو تو سہی۔" شیراز نے کہا۔ انوشہ نے کھڑکی کے پٹ کھول دیے۔

"یہ کیا حالت بنالی ہے تم نے؟" شیراز نے متورم آنکھیں سرخ ہوتی ناک بکھرے بالوں سمیت انوشہ کا بغور جائزہ لیا۔

"آپ سب کو میری حالت دیکھ کر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے کھڑکی کے پٹ کے ساتھ لگے لٹھ مار جواب دیا۔

"اچھا تم دروازہ کھولو۔" شیراز نے اس کے انداز کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"تاکہ آپ ان سب کی وکالت کریں۔" انوشہ جل کر بولی۔

"نہیں، بھئی مجھے کسی کی وکالت نہیں کرنا اور ان میں سے تو کسی کو پتہ بھی نہیں کہ میں ادھر آیا ہوں۔"

"پھر....."

"چلو شاباش دروازہ کھولو۔"

"آپ کہتے ہیں تو مانے لیتی ہوں۔" انوشہ نے جیسے احسان کرتے ہوئے کھڑکی بند کر دی اور دروازہ کھول دیا۔ شیراز اندر آگیا تو اس نے دروازہ پھر بند کر دیا اور بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ شیراز نے ایک شاپنگ بیگ اس کی طرف بڑھایا اور خود قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انوشہ نے بھاری سا شاپنگ بیگ کھولا جس میں برگر، چکن بروسٹ اور جوس تھا۔

"کیا کروں ان سب کا؟" انوشہ نے کچھ حیرت سے اس کی طرف دیکھا یہ اس کی پسندیدہ چیزیں تھیں۔ اس کی بھوک اچانک چمک اٹھی تھی۔

"بھئی کھاؤ۔ تمہارے لیے لایا ہوں۔" شیراز نے کہا۔

"نہیں شیری بھائی، مجھے نہیں کھانا یہ سب کچھ۔" انوشہ کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔

"دیکھو انوشہ تمہاری اس بھوک ہڑتال سے کچھ نہیں ہوگا۔ خواہ مخواہ اپنی جان پر ظلم کر رہی ہو ہوگا تو وہی جو پھوپو چاہیں گی۔"

"دیکھا..... دیکھا، آگئے نہ لائن پر۔" آنسو اس کی آنکھوں کا کنارا پار کر کے گالوں پر پھسل پڑے تھے۔

"دیکھو انوشہ، میرا ووٹ تمہارے حق میں ہے۔ میں پھوپو کو قائل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔" شیراز کو [illegible] آگیا۔

"[illegible] کی پھوپو کے سینے میں دل تھوڑا ہی ہے۔" وہ آنسو برساتی [illegible]

"ایسے نہیں کہتے انوشہ۔" شیراز نے جیسے سرزنش کی۔

"تو پھر اور کیا کہوں۔ صبح سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ ان پر کچھ اثر ہوا؟ انہیں ذرا بھی میرا خیال ہوتا تو کبھی اتنی ضد ہی نہ کرتیں۔"

"اچھا... اچھا، میں انہیں سمجھاؤں گا۔ تم یہ آنسو صاف کرو اور کھانا کھاؤ۔" شیراز نے اس کا سر پیار سے تھپتھپایا۔

"بس مجھے نہیں کھانا۔" انوشہ نے بگڑے بگڑے انداز میں آنسو دوپٹے کے پلو سے صاف کیے۔

"انوشہ! چلو شاباش، شروع کر دو۔ میں تین تک گنتی گنوں گا اگر تم نے نہ شروع کیا تو میں خود کھلانا شروع کر دوں گا۔" شیراز پیار بھری دھمکی کے ساتھ شروع ہوگیا۔

"ایک... دو..."

اس سے پہلے کہ وہ آگے گنتا انوشہ نے برگر کھانا شروع کر دیا۔ وہ شیراز کی عادت سے اچھی طرح واقف تھی، اگر اس کی نہ مانی جائے تو وہ زبردستی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"گڈ گرل... اسی طرح بڑوں کا کہنا مانا کرو۔" شیراز نے جوس میں اسٹرا لگا کر انوشہ کی طرف بڑھایا۔

"دیکھیں شیری بھائی آپ کے کہنے پر میں نے یہ سب کچھ کھا لیا ہے لیکن آپ کسی کو بتایئے گا نہیں۔" انوشہ نے اسٹرا ہونٹوں سے لگاتے ہوئے تنبیہہ کی۔

"ارے تم فکر مت کرو' مجھے تو دانیال کے ذریعہ تمہاری بھوک ہڑتال کا پتا چلا تھا۔ گھر والوں کی نظر میں تو تم اب بھی بھوک ہڑتال پر ہو۔" شیراز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" انوشہ نے مشکوک نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔

"بالکل' سچ کہہ رہا ہوں لڑکی۔" شیراز نے اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر چھوڑتے ہوئے کہا۔ انوشہ نے جیسے سکون کا سانس لیا۔

"اچھا میں چلتا ہوں' تم یہ سب کھا لینا۔" شیراز اسے تاکید کرتا ہوا باہر نکل گیا اور انوشہ نے فوراً اٹھ کر دروازہ لاک کرلیا۔

✿

"ارے شائستہ میں نے سنا ہے کہ بچی نے کل سے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔" صبح ہی صبح صفیہ بیگم دوڑی چلی آئیں۔ دانیال کے ذریعے انہیں بھی سب کچھ معلوم ہوچکا تھا۔

"آسان الفاظ میں اسے بھوک ہڑتال کہتے ہیں۔" تولیہ سے بال خشک کرتے رمیز نے جواب دیا وہ ابھی ابھی باتھ روم سے نہا کر نکلا تھا۔

"دیکھ لیں بھابی جان۔ آج کل کی اولاد کس طرح اپنی من مانیاں کرتی ہے۔" شائستہ نے انہیں اپنے قریب تخت پر بٹھالیا۔

"یہ احسان بھائی کدھر ہیں؟" صفیہ نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں۔

"آفس گئے ہیں۔"

"انہوں نے انوشہ کو نہیں سمجھایا؟" صفیہ قریب کھسکتے ہوئے بولیں۔

"مامی جان! وہ سمجھانے بجھانے کی حد سے باہر نکل چکی ہے۔" تولیہ اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے رمیز نے ان کی باتوں میں مداخلت کی۔

"لڑکے! تو اپنی حد میں رہ۔" شائستہ جھلا کر بولیں۔

"جی بہتر۔" اس نے بڑی شرارت سے سر جھکایا۔

"بھابی جان! احسان کیا سمجھائیں گے۔ وہ تو خود اس کی حمایت لے رہے ہیں یہ باپ کے لاڈ پیار نے تو اسے خراب کیا ہے۔" شائستہ نے رازداری سے اطلاع فراہم کی۔ "ارے علونیہ! بھابی جان کے لیے ناشتا لے آؤ۔ باتوں میں تو بھول ہی گئی۔" شائستہ نے کچن میں موجود علونیہ کو حکم دیا۔

"ارے نہیں' نہیں' نہیں ناشتا تو میں کرکے آئی ہوں۔"

"ناشتا مت لانا آپی' مامی جان کرکے آئی ہیں۔" واش بیسن کے آئینہ کے سامنے بالوں میں برش چلاتے رمیز نے شرارت کی۔

"ہائے... ہائے لڑکے۔" صفیہ اسے گھور کر رہ گئیں۔

"سدھر جاؤ رمیز۔" شائستہ غصے میں بولیں۔

"بھئی میں نے تو وہی پیغام دیا ہے جو مامی جان کہہ رہی ہیں۔" رمیز کے چہرے پر بڑی شرارت بھری مسکراہٹ تھی۔

"جس دن تمہاری گھر آؤں گی پھر کہنا۔" صفیہ خفگی سے بولیں حالانکہ وہ اس کی شرارتی عادت سے واقف تھیں۔

"ان جھنجٹ نہیں پالنا مامی جان۔" رمیز نے انہیں تنگ کیا۔

"ہاں میاں دیکھیں گے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔"

"السلام علیکم۔ مامی جان۔" علونیہ ناشتے کی ٹرے سمیت حاضر ہوئی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہے میری بیٹی؟" انہوں نے پیار سے اس کا احوال پوچھا حالانکہ ساتھ ہی گھر تھا لیکن علونیہ ہفتوں ادھر نہیں جاتی تھی اور صفیہ کو یہی شکوہ اس سے رہتا تھا۔

"مامی جان! ناشتا کریں۔" علونیہ نے ٹرے تخت پر ہی رکھ دی۔

"بیٹا ناشتا تو میں کرکے آئی تھی۔ بس چائے پی لیتی ہوں۔"

"چلو ناشتا میں کرلیتا ہوں۔" رمیز موڑھا کھینچ کر ناشتا کرنے لگا۔

"تمیز تو اس لڑکے کو چھو کر نہیں گزری ہے۔" علونیہ اسے گھورتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ صفیہ پھر شائستہ سے باتوں میں مصروف ہوگئی تھیں۔

"امی... امی..." دانیال شور مچاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

Scanned with CamScanner

"کیا ہے لڑکے؟" صفیہ بیٹے کی مداخلت پر چڑ کر بولیں۔

"وہ میری بائیک کی چابی کہاں ہے؟" دانیال نے کہا۔

"ہائیں لڑکے مجھ سے تو ایسے پوچھ رہا ہے جیسے بائیک میں چلاتی ہوں۔" صفیہ جیسے تعجب سے گویا ہوئیں۔

"یار رمیز تو ذرا اپنی بائیک کی چابی دے۔"

"چلو مرد۔" رمیز اسے لیے اٹھا۔" دانیال کی نگاہ انوشہ کے اوپر اٹھی وہ کھڑکی کا ایک پٹ پکڑے لیے کھڑی تھی۔

"ہائیں۔ تم زندہ ہو، میں تو سمجھا تھا اب تک تمہاری روح پرواز کر چکی ہوگی۔" دانیال اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے کھڑکی کے قریب آگیا۔ رمیز کے بھی آگے بڑھتے قدم کھڑکی کے قریب رک گئے۔

"انوکھی لاڈلی کھیلن کو مانگے جاب۔" دانیال نے لہک کر گانے کو اپنی شاعری میں گایا ساتھ ہی رمیز کو شرارت سے آنکھ ماری تو وہ بھی شروع ہو گیا۔

"تم دونوں اپنی منحوس صورتیں لے کر گم ہو جاؤ یہاں سے۔" انوشہ نے چڑ کر کھڑکی بند کرنا چاہی۔

"لڑکی! ہم دونوں تم سے ایک آدھا نہیں بلکہ پورے چار چار سال بڑے ہیں اور تم ہماری یہ عزت کر رہی ہو۔" دانیال نے فوراً اس کی کلائی دبوچ کر اسے کھڑکی بند کرنے سے باز رکھا۔

"تم دونوں بھی اگر میری کوئی مدد نہیں کر سکتے تو پھر میرے زخموں پر مرہم کیوں چھڑکنے آئے ہو؟" انوشہ غصے میں بولی۔

"بھئی ہم تو تمہارے زخموں پر نمک کے بجائے برنال لگانے آئے ہیں۔" رمیز نے تنگ کرتے ہوئے کہا۔

"اور کیا تم ہمیں ایک موقع تو دو۔" دانیال بھی شرارت سے مسکرایا۔

"اڑا لو۔ میرا مذاق۔" انوشہ کی آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی تھی۔

"بھئی ہم کیوں مذاق اڑانے لگے، دیکھو جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلتا تو پھر انگلیاں ذرا ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں۔ تم کان ادھر لاؤ تمہیں ایک مفید مشورہ دیتے ہیں۔ پھوپو تو کیا ان کی سات پشتوں کو بھی راضی ہونا پڑے گا۔" دانیال نے رمیز کی طرف شرارت سے دیکھا اور پھر دونوں نے مل کر انوشہ کے ساتھ کچھ کھسر پھسر کی جسے سن کر

انوشہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور پھر چند لمحوں میں ہی رمیز اور دانیال نے مل کر انوشہ کے بے ہوش ہونے کی خبر گھر میں پھیلا دی۔ شائستہ، صفیہ اور علونیہ ہولتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف بھاگی آئیں۔

"ارے لڑکوں! دروازہ تو کھولو۔" شائستہ بند دروازے کو پیٹتی ہوئی بولیں۔

"مامی جان کھڑکی کھلی ہے میں اندر سے کود کر کھولتا ہوں۔" دانیال چہرے پر زمانے بھر کی گھبراہٹ لیے کھڑکی سے کود گیا اور دروازہ کھول دیا۔ انوشہ بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی ہوئی تھی۔ تینوں خواتین اس پر ٹوٹ پڑیں۔ کوئی اس کے پیر سہلا رہا ہے تو کوئی اس کے ہاتھ سہلا رہا تھا۔

"ارے رمیز، ڈاکٹر کو فون کرو۔" شائستہ انوشہ کا سر گود میں رکھ کر باقاعدہ رونے لگی تھیں۔

"ہائے ہائے۔ شائستہ رونا تو بند کرو۔" صفیہ الگ بوکھلا گئیں۔

"امی جان یہ سب آپ کی بے جا ضد کی وجہ سے ہوا ہے۔" رمیز کمرے میں بڑی پریشانی سے ٹہلنے میں مصروف تھا۔

"جی پھوپو، رمیز بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" دانیال نے

اپنی خوبیوں اور خامیوں کے راز پانے کے لیے
زندگی کے کٹھن راستے کو آسان بنانے کے لیے
زائچہ پیدائش بنوائیے
Z & F
ASTRO AID
خود کو پہچانیے اور دوسروں کے بارے میں جانیے
جذباتی، کاروباری اور سماجی شراکتی امور میں رہنمائی حاصل کیجیے
اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کی وجوہات جانیے
زندگی کے ہر زندہ مسئلے کا جواب حاصل کیجیے
مکمل زائچہ پیدائش بنوانے کی فیس ـــــ ایک ہزار روپے یا پچاس امریکی ڈالر
شادی یا شراکت کے لیے دو افراد کا شراکتی تجزیہ ـــــ پانچ سو روپے یا بیس امریکی ڈالر
صرف ایک سوال کے لیے فیس ـــــ ایک سو روپے یا دس امریکی ڈالر
مطلوبہ فیس بذریعہ منی آرڈر، پوسٹل آرڈر یا بینک ڈرافٹ روانہ کی جاسکتی ہے
ڈرافٹ اس نام سے بنوائیں
M/S Z & F ASTRO AID
A/C No. 1527-58 HABIB BANK
MANSFIELD STREET BR. KARACHI.
پتا
زیڈ اینڈ ایف آسٹرو ایڈ پوسٹ بکس 307 کراچی 74200

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

بھی تائید کی۔

"ارے جہنم میں جاؤ۔ مجھے سبق بعد میں پڑھا لینا' پہلے ڈاکٹر کو تو فون کرو۔" شائستہ روتے روتے چڑ گئیں۔

"امی! آپ مجھے پانی ڈالنے دیں۔" مارے گھبراہٹ کے علونیہ کو کچھ اور نہ سوجھا تو اس نے پانی کا جگ اٹھا کر انوشہ پر ڈال دیا۔ اس عمل پر انوشہ ایکدم ہوش میں آ گئی۔

"یہ سب کیا ہے آپ لوگ کیوں میرے کمرے میں موجود ہیں؟" انوشہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ہائے میری انوشہ' میری بچی کا کتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ میری جان تو جو چاہتی ہے وہ مجھے منظور ہے۔ تجھے جاب کرنی ہے ناں بیٹا تو کرلے' میری طرف سے اب کوئی پابندی نہیں۔" شائستہ بیگم تو اسے سینے سے لگا کر باقاعدہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"سچ امی۔" انوشہ یکدم ہی خوشی سے چیخ پڑی۔ ماں کے موم ہو جانے کا اسے جیسے یقین نہ آیا تھا۔

"ہاں بیٹا۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ صفیہ بھی اسے پیار کرنے لگیں۔

"چلو علونیہ میری بیٹی کے لیے ناشتا لے کر آؤ۔" انہوں نے کہا تو علونیہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

دانیال اور رمیز نے سب سے نظر بچا کر اسے وکٹری کا نشان دکھایا تھا۔ انوشہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ان کا ڈرامہ بالکل کامیاب گیا تھا۔

+

اجازت ملتے ہی اس نے آفس جوائن کرلیا۔ اس دن صبح وہ آفس جانے کے لیے باہر نکلی تو دانیال کو لان والی دیوار پر پیر لٹکائے بیٹھے دیکھ کر کچھ حیرت ہوئی۔

"یہ تم آج یونیورسٹی نہیں گئے؟" وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ لائٹ پنک کاٹن کے شلوار سوٹ پر لائٹ سے میک اپ اور بوب کٹ ہیئر اسٹائل میں وہ بے حد دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

"ہائے۔" دانیال بغور اسے آنکھوں میں جذب کرتا ہوا دل پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف سے نیچے گر گیا۔ بظاہر دیوار اتنی بڑی نہ تھی۔ انوشہ اپنی طرف سے اسٹول رکھ کر دیوار پر چڑھتی تھی اور یہی حال دانیال کا تھا۔ انوشہ گھبرا کر فوراً اپنے گیٹ سے باہر نکل کر دوسرے کھلے گیٹ میں داخل ہوگئی۔ دانیال گھاس پر ایک طرف آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ وہ تیر کی طرح اس کی طرف لپکی اور گھٹنوں کے بل گھاس پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"دانیال ـــ" اس نے اس کی کلائی تھام کر نبض چیک کی۔ دل کی دھڑکن محسوس کرنے کے لیے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دانیال نے اس کی پریشانی دیکھتے ہوئے چند لمحوں کے لیے سانس کی آمد و رفت بند کرلی۔ وہ انوشہ کو تنگ کر رہا تھا۔

"دانیال ـــ دانیال۔" انوشہ کو کچھ اور نہ سوجھا تو اس نے دانیال کے گال تھپتھپا ڈالے لیکن وہ تو اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"مامی جان ـــ مامی جان۔ جلدی آئیں۔" انوشہ نے گھبرا کر پوری قوت سے آواز دے ڈالی۔

"ارے اتنی زور سے تو حضرت اسرافیل بھی قیامت کے دن صور نہیں پھونکیں گے تمہاری چیخ سن کر تو قبر سے مردے بھی اٹھ کر بیٹھ جائیں گے۔" دانیال نے گھبرا کر فوراً آنکھیں کھول دیں مبادا کہیں وہ دوسری چیخ نہ مار دے۔

"ارے کیا ہوا؟" صفیہ بھی باہر نکل آئی تھیں۔

"ہت تیرے کی۔ انوشہ سارے رومانس کا بیڑا غرق کر دیا۔" وہ اسے کوستا ہوا ماں کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ہوا کیا تھا انوشہ بیٹی؟ میں تو تمہاری چیخ سن کر ہول اٹھی۔" صفیہ نے کہا۔

"امی جان کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" دانیال جلتا بھنتا اسے گھورتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے پتا تھا کہ اب انوشہ ساری رام کہانی سنا ڈالے گی۔

شام کو وہ بڑے فریش موڈ میں ان کی طرف چلا آیا۔

"دانیال اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" انوشہ نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی' میری طبیعت کو کیا ہوا تھا؟" دانیال نے کچھ حیرت سے کہا۔

"ارے بھئی صبح جو دیوار سے گرے تھے۔"

"اف میرے خدایا۔" اس کی بات پر دانیال کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"اب کیا ہوا دانیال؟"

"بہت کچھ ہوگیا ہے مس انوشہ احسان۔" وہ جل کر بولا تھا۔ وہ اسے اچھی تو ہمیشہ سے لگتی تھی لیکن آج کل وہ دانیال کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔ وہ انوشہ سے محبت

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

کرنے لگا تھا۔ وہ بھی شدید قسم کی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" انوشہ کے پلے خاک بھی نہ پڑا تھا۔
"ارے دانیال بیٹا' یہ سامان تو لادو۔" یہ رمیز تو اللہ جانے کہاں غائب ہے؟" شائستہ کمرے میں داخل ہوتی ہوئی بولیں۔ دانیال خاموشی سے ان سے پیسے اور سامان کی لسٹ لے کر باہر نکل گیا اور انوشہ اس کی نا سمجھنے والی گفتگو پر غور کرنے لگی۔
ان سب کزنز کا بچپن ایک ساتھ شرارتیں کرتے گزرا تھا۔ وہ شروع سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح بے تکلف تھے اور آپس میں دوستی بھی بہت تھی۔
اس رات صفیہ' شوہر اور دونوں بیٹوں کے ان کی طرف آئی ہوئی تھیں کوئی خاص بات تھی جو چاروں بڑے لوگ حضرت کمرے میں بند کانفرنس کرنے میں مصروف تھے۔
"آپی..... یہ بات نہیں۔" بے ساختہ انوشہ کی زبان سے نکلا۔
"تو پھر کیا بات ہے؟" علونیہ نے سکون کا سانس لیا۔
"دیکھیں آپی' آپ خود سوچیں ان لڑکوں نے ہمارے ساتھ کتنی بڑی شرارت کی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ ہمارے بزرگ بھی اس شرارت میں برابر کے شریک تھے۔ رمیز دانیال اور شیراز بھائی کو سب کچھ معلوم تھا لیکن انہوں نے ہمیں کانوں خبر نہیں لگنے دی۔ اور اوپر سے امی ابو کو تو دیکھیں کہ انہوں نے ہم سے پوچھنا بھی گوارا نہیں سمجھا۔ ہماری مرضی معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کی۔ ارے ایک بار پوچھ کر تو دیکھتے۔ کیا ہم انکار کردیتے؟" وہ اپنے غصہ کا ابال نکال کر یکدم خاموش ہوگئی۔
"ارے بس اتنی سی بات۔" علونیہ کو خفا خفا سی بہن پر پیار آگیا۔ اس نے انوشہ کو پیار سے گلے لگالیا۔ "بھئی دانیال' رمیز تو سرپرائز' سرپرائز کا شور کررہے تھے۔ اب اگر ہماری موٹی عقل میں نہیں آیا تو کیا کیا جائے۔ بس جو بھی ہوا بہت اچھا ہوا۔" علونیہ تو بہت خوش تھی۔
"اوہو آپ کو تو چند گھنٹوں میں ہی شیراز بھائی عزیز ہوگئے۔" انوشہ نے بہن کو چھیڑا اس کا موڈ بھی کچھ درست ہوگیا تھا۔
"تو کیا تمہیں دانیال عزیز نہیں ہوا؟" علونیہ بھی شریر ہوئی۔
"ان موصوف کو تو دیکھئے گا کیسا ٹھیک کرتی ہوں۔" دانیال پر تو اسے اچھا خاصا غصہ تھا۔
"ٹرن..... ٹرن..... ٹرن۔" فون کی گھنٹی بج اٹھی۔
"ہیلو....." انوشہ نے پاس پڑے فون کا ریسیور اٹھایا۔
"اوہو تو یہ آپ ہیں۔ اتنی بے قراری..... آپ! تمہارا....." انوشہ نے شریر سی مسکراہٹ سمیت ریسیور اس کی طرف بڑھایا۔
"کس کا ہے بھئی؟"
"انہیں کا جو آپ کو چند گھنٹوں میں عزیز ہوگئے ہیں۔"
"ہائے انوشہ میں کیسے بات کروں۔" علونیہ گھبرا کر بولی۔
"اسی طرح کیجئے جس طرح پہلے کرتی تھیں بلکہ اب ذرا رعب سے کیجئے گا۔"
دوسری طرف کان سے ریسیور لگائے شیراز تک انوشہ کی گفتگو بآسانی پہنچ رہی تھی وہ محظوظ ہورہا تھا۔ انوشہ زبردستی ریسیور اس کے ہاتھ میں دے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔
"ہیلو....." علونیہ نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے لرزتی آواز میں کہا۔
"تو ضبط آزمایا جارہا تھا۔" شیراز کی گمبھیر آواز ابھری۔
"نہیں' وہ دراصل شیری بھائی.....؟"
"ہائیں..... یہ اب بھائی کیسے کہہ رہی ہو' لڑکی تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔"
"دراصل بھائی کہنے کی عادت اب آہستہ آہستہ ہی جائے گی۔" علونیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔
"یہ آہستہ آہستہ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ دو ماہ بعد تم میرے گھر میں موجود ہوگی۔ ابھی اور اسی وقت سے یہ عادت ختم ہوجانی چاہئے۔"
"ہائے..... اتنی جلدی۔" علونیہ کی مارے حیرت کے چیخ نکل گئی کیوں کہ اس بات سے تو ابھی وہ ناواقف تھی۔
"یہ تمہارے نزدیک اتنی جلدی ہوگا میں تو امی سے کہہ رہا تھا کہ آج ہی رخصتی کرالیں لیکن پھوپھو نے تیاری کے لیے دو ماہ مانگے ہیں۔" شیراز نے شرارت سے تفصیل بتائی۔
"تو پھر آپ کو انوشہ اور دانیال کے بارے میں بھی معلوم ہوگا۔" علونیہ نے کہا۔
"ہاں دانیال اپنے یہ یونیورسٹی کے دو سال مکمل

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

کرلے پھر چاہے وہ جاب کرے یا ابو کے بزنس میں آجائے' ویسے انوشہ اور دانیال کی شادی میں دو سال کا وقفہ ہے۔" شیراز نے حاصل شدہ معلومات فراہم کی۔

"واہ بھئی آپ کو تو آیندہ کا سارا شیڈول معلوم ہے پھر تف ہے ہمیں اپنی بے خبری پر۔" علونیہ کو افسوس ہوا۔

"آپ کی اس بے خبری نے تو ہم جیسے معصوم بندے کو لوٹ لیا۔" شیراز جیسے شریر ہوا۔

"اوہو آپ اور معصوم ارے آپ تو بہت گھنے ہیں۔" علونیہ نے چھیڑا۔

"ارے ایک تو تمہیں چپکے چپکے چاہتے رہے اور اوپر سے تم ہمیں گھنا کہہ رہی ہو۔"

"بظاہر اپنے کام سے کام رکھنے والا سادہ سا بندہ اندر ہی اندر چپکے چپکے چاہتا رہا یہ کیسے میں مان لوں؟" علونیہ نے تنگ کیا۔

"یہ تو تمہیں اس دن معلوم ہوگا جب تم ہمیشہ کے لیے میرے گھر آجاؤگی۔" شیراز کے لہجے میں اس کے لیے پیار ہی پیار تھا اور اس کے اس اظہار پر علونیہ کی روح جیسے شانت ہوگئی۔

صبح انوشہ سو کر اٹھی تو اس کے تکیہ کے قریب تازہ گلاب مہک رہے تھے ساتھ ہی ایک خوبصورت سا وش کارڈ بھی پڑا ہوا تھا لمحہ بھر کو وہ چونک گئی اس نے کروٹ بدلتے ہوئے کارڈ اٹھا کر کھول لیا۔

نادان لڑکی کے نام

تمہیں تو شاید خبر نہیں ہے
تمہاری الفت خمار بن کر
رگوں میں میری رواں دواں ہے
تمہیں جو سوچوں تو دل کے آنگن میں
مسرتوں کے گلاب پھوٹیں
کہ جن کی خوشبو سے روح میری
سرور و مستی میں ڈوب جائے
تمہیں جو دیکھوں تو میری آنکھوں میں
جھلملاتے ہزار تارے
خوشی کی افشاں بکھیر چھوڑیں۔

دانیال حیدر

"بدلہ تو میں بھی لوں گی بے ایمان شخص۔" گلابوں کی مہک اپنے اندر اتارتے ہوئے انوشہ کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

چھٹی کے بعد وہ اپنے آفس سے باہر نکلی تو گرے نسان میں بیٹھا دانیال اس کا منتظر تھا۔ انوشہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی کیونکہ آج پہلی بار وہ اسے لینے آیا تھا۔ دانیال نے اسے دیکھ کر فرنٹ ڈور کھول دیا لیکن انوشہ گاڑی کا دروازہ بند کرکے آگے بڑھ گئی۔

"انوشہ! یہ کیا بدتمیزی ہے۔ اندر بیٹھو فوراً"۔" دانیال نے اس کے بگڑے تیور نظرانداز کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔

"جس طرح میں روز اپنی آفس بس میں جاتی ہوں آج بھی چلی جاؤں گی۔" وہ اکڑ کر بولی۔

"دیکھو انوشہ' ضد نہیں کرتے۔" دانیال کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ پی گیا۔

"میں نے کہا ناں میں جس طرح روز جاتی ہوں اسی طرح جاؤں گی۔" وہ قدم آگے بڑھاتے بولی۔

"ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ کار اسی طرح لے کر چلوں گا۔" دانیال بھی کار اسٹارٹ کرکے اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلانے لگا سڑک پر اس طرح آتے جاتے لوگ انہیں حیرت اور معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ انوشہ کو بری طرح کوفت ہوئی۔ وہ جھلا کر گاڑی کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر دھم سے بیٹھ گئی۔

"تھینک یو ڈیئر۔" دانیال نے شریر ہوتے ہوئے کار کی اسپیڈ تیز کی انوشہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"ہائے انوشہ۔ میرا ناتواں دل ان تیروں کو برداشت نہ کرپائے گا۔" دانیال نے شوخ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اپنی حد میں رہو۔"

"یعنی کہ غصہ بہت ہے ان پھولوں اور کارڈ نے بھی کوئی اثر نہیں دکھایا۔"

"تم اتنا کچھ کرسکتے ہو اور میں غصہ بھی نہیں اتار سکتی۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"کیوں نہیں بھئی اب تمہارا غصہ عمر بھر مجھ پر ہی اترے گا۔" ڈرائیونگ کرتے دانیال نے بڑی مسکین سی صورت بنائی۔ اس کی شکل دیکھ کر انوشہ نے بہ مشکل اپنی ہنسی دباتے ہوئے رخ کھڑکی کی طرف پھیرلیا لیکن دانیال کی نگاہ اس کی مسکراہٹ دیکھ چکی تھی اس نے آئس کریم

پارلر کے قریب گاڑی روک کر دو کون آئس کریم لیں بل پے منٹ کرتے ہوئے ایک انوشہ کی طرف بڑھا دی جسے اس نے خاموشی سے تھام لیا دوسری کون خود لے کر اس نے کار دوبارہ اسٹارٹ کی۔

"یہ کھاؤ تاکہ تمہارے غصہ کا درجہ حرارت کم ہو۔" دانیال نے کون آئس کریم کھاتے ہوئے اسے چھیڑا۔ انوشہ نے اسے کوئی جواب نہ دیا وہ خاموشی سے آئس کریم کھانے میں مصروف تھی۔ دانیال اپنی آئس کریم کھا چکا تھا۔ اس نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک ہاتھ اسٹرنگ سے اٹھا کر انوشہ کے ہاتھ سے کون چھین کر تھوڑی سی کھا کر دوبارہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟" انوشہ نے اسے گھورا تھا۔

"ایک دوسرے کی جھوٹی چیز کھانے سے محبت بڑھتی ہے۔ بس وہ ہی کام کیا ہے۔" دانیال نے اسے شرارت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے کوئی محبت نہیں بڑھوانی۔" انوشہ نے تنگ کیا۔

"بہت ظالم ہو تم انوشہ۔" دانیال نے کار گھر کے گیٹ کے قریب روکتے ہوئے کہا۔

"آج معلوم ہوا ہے۔" انوشہ نے شریر نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا لیکن وہ خفا ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ انوشہ کو وہ خفا خفا بالکل کسی ضدی بچے کی طرح لگا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ سے وہی سرخ گلاب جو صبح اس نے بھیجے تھے باہر نکال لیے گلاب کچھ مرجھا گئے تھے لیکن ان کی خوشبو برقرار تھی انوشہ نے ایک بار پھر ان کی مہک اپنے اندر اتارتے ہوئے اپنے لب ان پر رکھ دیے دانیال چور نگاہوں سے اس کی تمام حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا لیکن خاموش تھا۔

"یہ لو' بظاہر تو یہ پھول مرجھا گئے ہیں لیکن اب ان میں تمہاری محبت کے ساتھ میری محبت کی مہک بھی شامل ہو چکی ہے۔" انوشہ پھول ڈش بورڈ پر رکھ کر کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"ظالم لڑکی ہر انداز انوکھا ہے۔" اظہار کا یہ انداز دانیال کو سرشار کر گیا۔ اس نے ان پھولوں کو ڈش بورڈ سے اٹھایا اور اپنے لب رکھ دیے۔

♣

علونیہ اور شیراز کی شادی کے دن قریب آ گئے تھے۔ تیاریاں دونوں گھروں میں زور شور سے جاری تھیں۔ شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا شور و ہنگامہ جاری تھا۔

آج انوشہ نے بھی اپنے آفس سے چھٹیاں لے لی تھیں۔ شام میں مہندی تھی اور اس کے بہت سے کام بکھرے پڑے تھے۔

"دانیال' مجھے ٹیلر کے پاس جانا ہے۔ ذرا میرے ساتھ بازار چلو۔" انوشہ نے میگزین کی ورق گردانی کرتے دانیال سے کہا۔ دانیال ان سنی کرتے ہوئے میگزین پر اور جھک گیا۔

"دانیال! میں نے تم سے کچھ کہا ہے۔" انوشہ اس کی بے نیازی پر جیسے حیران ہوئی۔

"میں تمہارا نوکر نہیں مس انوشہ احسان۔" وہ میگزین میز پر پٹخ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کہہ رہے ہو دانیال۔ آخر بات کیا ہوئی ہے؟" وہ مزید پریشان ہوئی۔

"اب بھی بازار اسی کے ساتھ جاؤ جس کی کار میں صبح بڑی مسکراتی ہوئی جارہی تھیں۔" دانیال کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"او... تو یہ بات ہے۔" انوشہ پل بھر میں معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئی اس کے باوجود اس کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا دانیال اس کے اطمینان پر جل کر رہ گیا۔

"دیکھو دانیال' وہ میرے باس ہیں اور ان کے کسی دوست کی بہن کی شادی تھی۔ انہیں خواتین کی شاپنگ کا تجربہ نہیں تھا۔ اس لیے شاپنگ کے لیے مجھے ساتھ لے گئے تھے بس اتنی سی بات تھی۔" انوشہ نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"کیا اس کے گھر میں خواتین نہیں تھیں جو تمہیں شاپنگ کے لیے ساتھ لے کر گیا۔" دانیال کا انداز بڑا عجیب سا تھا۔

"دانیال! تم کہیں سے بھی ایک پڑھے لکھے مرد نہیں لگتے۔ کس قدر گندی سوچ ہے تمہاری' میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی لیکن تم بھی ایک عام سے مرد نکلے۔" وہ غصہ میں کھولتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

شام کو مہندی کی رسم دونوں طرف تھی۔ انوشہ نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دانیال خاموشی سے اس کی تمام حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اس سے سخت ناراض تھی اور دانیال کو بھی اپنی جگہ کلف لگ چکی تھی۔

Scanned with CamScanner

شادی والے دن بھی وہ دونوں ایک دوسرے سے ناراض پھرتے رہے انوشہ نے اپنے باس کو بھی انوائیٹ کیا تھا۔ دانیال تو اس کے باس کو دیکھ کر جل گیا تھا۔ وہ کڑی نظروں سے انوشہ کی نگرانی میں مصروف تھا لیکن اس نے بھی آج دانیال کو بری طرح نظرانداز کیا ہوا تھا۔ وہ جل بھن کر اسٹیج کی طرف آگیا جہاں نکاح کے بعد شیراز اور علونیہ دوستوں اور رشتے داروں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔

دوسرے دن ولیمہ تھا۔ آج بھی وہ دانیال کی نگاہوں کے حصار میں تھی۔ ڈارک براؤن سوٹ اور وائٹ سے میک اپ میں وہ بے حد پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔

اس وقت بھی وہ اسٹیج پر کھڑی شیراز اور علونیہ کے ساتھ خوب چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھی دانیال کئی بہانے بہانے سے اس طرف آیا لیکن انوشہ نے بھی نگاہ اٹھا کر نہ دی۔ اس کی بے نیازی پر وہ جھلا کر اپنے دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔

کھانا شروع ہو چکا تھا۔ تمام مہمان ہال کی جانب بڑھ گئے۔ وہ رمیز کو کسی کام کی وجہ سے ڈھونڈتی ہوئی ہال کے مردانہ سائیڈ کی طرف آگئی۔ اسی لمحے کرسی پر بیٹھے دانیال نے دروازے کی بیچ ٹانگ رکھ کر اس کا راستہ روک لیا انوشہ اس کی حرکت پر صرف تیز نگاہ ڈال کر رہ گئی۔

"مجھے چپ کی مار نہ مار ظالم
میں تو گھائل ہوں تیرے نینوں کا"

دانیال نے اسے آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے دلکش انداز میں شعر پڑھا۔

"دانیال حیدر صاحب مجھے شکی مردوں سے نفرت ہے۔" انوشہ کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔

"چلو شکر ہے تمہاری چپ تو ٹوٹی۔" وہ اٹھ کر دروازے کے بیچ میں کھڑا ہو گیا۔

"پلیز میرا راستہ چھوڑو۔" اس کا لہجہ اسی طرح سپاٹ تھا۔

"یار اب مان بھی جاؤ۔ مانا کہ غلطی میری تھی۔" دانیال بالکل صلح کے موڈ میں تھا۔

"بہت جلدی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تمہیں۔" انوشہ نے طنز کیا۔

"اے جان! تو میری غلطیاں نہ دیکھ
عشق میں تو میری جنوں خیزیاں دیکھ"

دانیال نے پھر شاعری کی زبان استعمال کی۔

"کس کا دیوان یاد کر کے آرہے ہو؟" اس کا انداز دیکھتے ہوئے انوشہ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔ بس اسی طرح مسکراتی رہا کرو۔" دانیال اسے مخمور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب زیادہ پھیلو مت۔" انوشہ نگاہیں چرا گئی۔ اس کا انداز دل کے تاروں کو چھو گیا تھا۔

"جانتی ہو انوشہ، تمہاری اس ناراضگی نے مجھے دو راتوں سے سونے نہیں دیا۔" دانیال نے جیسے شکوہ کیا۔

"اچھا....." انوشہ کی ہنسی کا جلترنگ بج اٹھا اس کی ناراضگی دور ہو گئی۔

شادی کے ایک ہفتے بعد شیراز اور علونیہ ہنی مون ٹرپ کے لیے روانہ ہو گئے انوشہ کی بھی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں اور پھر آفس جانے کا روٹین شروع ہو چکا تھا۔

❀

جس دن گویا اس کی شامت کا دن تھا۔ وہ اپنے باس کے ساتھ ہوٹل میں موجود تھی۔ زبیر خان کی کسی بات پر وہ بے ساختہ ہنس رہی تھی معاً اس کی نگاہ وہاں بیٹھے دانیال پر پڑ گئی۔ وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ تھا۔ انوشہ بری طرح نروس ہو گئی۔ دانیال نے اس کو کہا تو کچھ نہیں لیکن اس کی نگاہوں کی کاٹ سے انوشہ اندر تک لرز گئی۔

آفس سے گھر آکر بھی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی وہ تو شام میں رمیز نے اسے علونیہ کے آنے کی اطلاع دی تو وہ بھاگی ہوئی ادھر پہنچ گئی دانیال اسے دیکھ کر کمرے سے فوراً نکل گیا انوشہ نے شدت سے اس کی ناراضگی محسوس کی تھی۔

"ہائے آپی کتنی پیاری ہو گئی ہو تم۔ اس ایک ماہ میں۔" وہ علونیہ کو اپنے ساتھ بھینچ کر بولی۔

"اب تم ہائے کہہ کر میری بیوی کو نظر مت لگا دینا۔" صوفے پر بیٹھا شیراز شرارت سے مسکرایا۔

"اوہو آپ کی بیوی میری بہن بھی ہے۔ ویسے شیری بھائی اسمارٹ تو آپ بھی پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔" وہ شریر ہوئی۔

"شکریہ..... شکریہ، ویسے اب تم ایک کام کرو۔ کچن سے مرچیں لا کر ہم دونوں میاں بیوی کی نظر اتار دو۔" شیراز نے شوخ نگاہوں سے علونیہ کی طرف دیکھا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"حد کرتے ہیں آپ بھی شیراز۔" علونیہ جیسے جھینپ گئی۔ فیروزی چائنا سلک کے کام دار سوٹ پر ہلکے ہلکے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"سچ آپی، آپ کے بغیر گھر بالکل سونا سونا ہو گیا ہے۔ میرا لگ بالکل نہیں دل رہا۔" انوشہ نے اداسی سے کہا۔

پھر میرا خیال ہے تمہیں بھی یہاں لانے کا انتظام جلد از جلد کرنا پڑے گا۔" شیراز نے اسے چھیڑا تو وہ جھینپ کر رہ گئی۔

"پھر علونیہ اور شیراز شائستہ اور احسان صاحب کی طرف آ گئے تو انوشہ اٹھ کر دانیال کے کمرے کی طرف چلی آئی دروازے پر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دستک دی۔

"یس۔۔۔" اندر سے بھاری آواز ابھری تو وہ گھبرا کر اندر داخل ہو گئی۔ دانیال ایزی چیئر پر اضطراب کے عالم میں جھول رہا تھا۔ اس پر ایک سلگتی ہوئی نگاہ ڈال کر رخ پھیر لیا۔

"دانیال! مجھے معلوم ہے تم مجھ سے خفا ہو۔" انوشہ نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔

"اچھا تمہیں محسوس ہو گیا۔" دانیال نے طنز کیا۔

"دیکھو دانیال، میں آج پہلی بار باس کے اصرار پر ہوٹل گئی تھی۔ مجھے خود بھی کسی غیر کے ساتھ اس طرح جانا بہت معیوب سا لگا تھا حالانکہ میں نے انکار بھی کیا لیکن ایک کاروباری وفد کو بھی آنا تھا یا یوں سمجھ لو کہ یہ لنچ انہیں لوگوں کے لیے تھا، خاص طور پر باس نے مجھے نہیں انوائیٹ کیا تھا بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی اس طرح کے ایٹی کیٹس نبھانے پڑتے ہیں۔" انوشہ نے نرم لہجے میں صفائی پیش کی اور حقیقت بھی یہی تھی۔

"میں نے تم سے تفصیل تو نہیں پوچھی۔" دانیال کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔ وہ اسے گھورتا ہوا اٹھ کر کھلے دریچے میں جا کھڑا ہوا۔

"دانیال! محبت میں اعتبار کا رشتہ ایک ستون کی طرح ہوتا ہے اگر یہ ستون ڈھے جائے تو پھر محبت کا وجود باقی نہیں رہتا پھر تو میں یہی کہوں گی کہ تمہیں میری محبت اور مجھ پر اعتبار نہیں جو تم بار بار مجھ سے بدگمان ہو جاتے ہو۔" انوشہ نے بڑے دھیرے دھیرے لہجہ میں کہا۔ دانیال نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس کی جانب پشت کیے دریچے سے باہر دیکھنے میں مصروف تھا وہ دبیز کارپٹ پر قدم اٹھاتی ہوئی بالکل اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"دانیال۔۔۔" انوشہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں پکارا۔ دانیال نے پلٹ کر انوشہ کی طرف دیکھا اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو تھے۔ دانیال ایکدم نرم پڑ گیا۔ آخر وہ اس کی پہلی اور آخری محبت تھی جسے اس نے شدتوں سے چاہا تھا۔ اس نے انوشہ کا شانے پر رکھا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

"یار، لوگ تو ہنستے مسکراتے اچھے لگتے ہیں لیکن تم تو روتے میں زیادہ اچھی لگتی ہو۔" اس نے انوشہ کے آنسو گرنے سے پہلے چن لیے۔

"میرے ساتھ یہ شاعری مت کیا کرو۔" انوشہ کے دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"تم بذات خود شاعری ہو۔ تمہارے ساتھ کیا شاعری کرنا۔" دانیال نے اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لے لیا تو وہ نروس ہوتی ہوئی ہاتھ چھڑا کر کمرے سے باہر نکل گئی ا[illegible] کمرے میں اس کے وجود کی مہک کو جیسے اپنے اندر جذب کر کے رہ گیا۔

❁

اگلی صبح جیسے ان سب کی بدقسمتی کا پیغام لے کر طلوع ہوا تھا علونیہ چند ضروری اشیا کی شاپنگ کے لیے اکیلی ہی گاڑی لے کر نکل گئی لیکن راستے میں ہی کار ایک ٹرک سے ساتھ ٹکرا گئی ایکسیڈنٹ اتنا بڑا تھا کہ علونیہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئی۔

یہ خبر دونوں گھروں پر کسی ایٹم بم کی طرح گری تھی دونوں گھروں میں ایک کہرام مچ گیا تھا جس نے سنا سکتے میں رہ گیا۔ ہر کوئی اپنی اپنی زبان بول رہا تھا۔

"ارے جوان موت۔"

"ہائے۔۔۔ ہائے صرف دو ماہ کی دلہن تھی۔"

"ارے خدا کسی کو جوان اولاد کا دکھ نہ دکھائے۔"

ماں باپ کا تو برا حال ہی تھا لیکن سسرال میں بھی وہی عالم تھا۔ شیراز کو تو گویا سکتہ سا ہو گیا تھا۔ اس کی حالت تو پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔

علونیہ مر چکی ہے۔

گھر کا ایک ایک فرد اسے یقین دلا رہا تھا لیکن اس کے ہونٹوں کو جیسے ایک چپ سی لگ چکی تھی۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

شائستہ الگ پندرہ دن ہوسپٹل میں ایڈمٹ رہیں۔ ماں کی سیریس حالت کے پیش نظر انوشہ کو اپنا آپ سنبھالنا پڑا۔ وہ ماں سے چھپ چھپ کر روتی اور بے تحاشہ روتی۔ احسان صاحب اور رمیز الگ بے حال تھے وہ تو مرد تھے' اپنے اوپر کسی نہ کسی طرح ضبط کر ہی لیتے لیکن شائستہ جب رونے بیٹھتیں تو یوں لگتا جیسے گھر کے در و دیوار بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں۔ جوان بیٹی کا غم وہ کیسے بھول جاتیں۔

صفیہ اور حیدر صاحب رواز ان کا دل بہلانے کے لیے آجاتے۔ ادھر شیراز کا سنبھلنا مشکل ہو گیا تھا۔ یہ تو دونوں گھروں کا مشترک غم تھا۔ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے بھی دل پھٹ جاتے تھے لیکن وہ جو کہتے ہیں ناں کہ وقت سب سے بڑا مرہم ہے تو اسی وقت نے مرہم ان کے زخموں پر بھی رکھ ہی دیا۔

آج دو ماہ بعد انوشہ اپنے آفس گئی لیکن آفس میں بھی دل نہ لگا اور وہ لنچ ٹائم پر چھٹی لے کر گھر چلی آئی گھر پر بھی گہری اداسی اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

شائستہ کا دل بہلانے کے لیے وہ ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی انہیں ہنسانے کی خاطر لطیفے اور نہ جانے کہاں کہاں کے قصے سنانے میں مصروف رہی۔ اندر سے تو وہ خود ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی تھی' ماں کی خاطر وہ ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجانے پر مجبور تھی حالانکہ اس کی آنکھوں کی سطح چوبیس گھنٹے گیلی رہتی تھی لیکن دل پر پتھر رکھ کر یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا شام کو وہ صفیہ کی طرف چلی آئی۔ شیراز کی حالت دیکھ کر اس کا دل جیسے پھٹنے لگا۔ بڑھتی شیو' لباس بھی ملگجا سا ہو رہا تھا' آنکھوں کے گرد گہرے حلقے پڑ چکے تھے وہ بے حد کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ انوشہ نے آج اسے غور سے دیکھا تھا میز پر رکھی ایش ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھا۔

اس وقت بھی سگریٹ اس کی انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔ شیراز کی نگاہ دروازے میں کھڑی انوشہ پر پڑی تو وہ چونک گیا۔

"آؤ انوشہ۔ ادھر کیوں کھڑی ہو؟" شیراز نے ختم ہوتی سگریٹ کے ساتھ دوسرا سگریٹ سلگایا۔

"شیراز بھائی! اس طرح تو آپ اپنی صحت تباہ کر لیں گے" انوشہ نے اس کے ہاتھ سے جلتا ہوا سگریٹ لے کر ایش ٹرے میں مسل ڈالا۔

"اب کیا صحت تباہ ہونی ہے انوشہ۔" وہ زبردستی مسکرا رہا تھا۔

"شیری بھائی! آپ کو اپنا آپ سنبھالنا ہوگا۔ ہم سب کے لیے۔" وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"انوشہ! نہ جانے کیوں اب زندہ رہنے کو بالکل دل نہیں چاہتا۔ دیکھو تمہاری بہن ساتھ جینے ساتھ مرنے کی قسمیں کھا کر مجھے تنہا چھوڑ گئی۔" شیراز کے لہجے میں گہرا دکھ بول رہا تھا۔

"شیراز بھائی! آپ کو بہادر بن کر یہ دکھ برداشت کرنا ہی پڑے گا۔" اس نے ٹوٹے دل سے تسلی دی۔

"آخر میری قسمت میں یہ دکھ کیوں تھا انوشہ' ابھی تو میں نے اس سے جی بھر کر محبت بھی نہ کی تھی ابھی تو میں نے اس سے جی بھر کر محبت بھی نہ کی تھی اور۔۔۔ اور ابھی تو میں نے اس کی آنکھوں میں سجے کسی خواب کی تعبیر بھی نہ دی تھی۔"

"بس کریں شیراز بھائی' خدا کے لیے بس کریں۔" وہ کافی دیر سے خود پر ضبط کیے ہوئے تھی ایک دم ہی اس کے شانے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ جو سب کو حوصلہ اور تسلیاں دیا کرتی تھی خود اس وقت حوصلہ چھوڑ بیٹھی تھی۔ رو تو شیراز بھی رہا تھا لیکن اس کے آنسو دل پر گر رہے تھے۔

خدا جب اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے تو پھر انہیں صبر بھی آخر دے ہی دیتا ہے۔ دن پر دن گزر رہے تھے اور انہیں گزرتے دنوں میں علونیہ کی پہلی برسی بھی خاموشی سے گزر گئی۔

اس دن انوشہ آفس میں تھی۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی تو اسے اس کا باس اپنی کار میں گھر چھوڑ گیا۔ پورچ پر اترتے ہوئے اپنے گھر کی بالکونی سے دانیال نے اسے دیکھ لیا تھا۔ آج کل ایم۔ اے فائنل ائیر کے امتحان دے کر وہ فارغ تھا اس لیے زیادہ وقت گھر میں ہی نظر آتا۔

انوشہ کو اپنے باس کے ساتھ دیکھ کر اس کے دل میں ایک بار پھر شک کے ناگوں نے سر اٹھایا تھا۔ وہ اسے بالکونی میں کھڑا اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ گھر کے میں نہ داخل ہوئی۔

شام کو وہ ٹی' وی لاؤنج میں بیٹھی اپنے آفس کی فائلیں دیکھ رہی تھی کہ دانیال چلا آیا۔

"ہیلو۔۔۔ انوشہ۔"

Scanned with CamScanner

"آؤ دانیال بیٹھو۔" اس نے فائل سے سر اٹھایا۔
"کیا ہو رہا ہے بھئی۔" دانیال اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔
"کچھ آفس کا کام تھا۔ طبیعت خراب ہو گئی تھی تو ساتھ لے آئی۔" اس نے فائل اور قلم بند کرتے ہوئے کہا۔
"شاید تم صبح اپنے باس کے ساتھ آئی تھیں۔" دانیال کا لہجہ عجیب روکھا سا تھا۔
"شاید نہیں یقیناً۔" انوشہ سمجھ گئی تھی کہ وہ دیکھ چکا ہے۔
"ویسے تمہارے باس کا نام کیا ہے؟" دانیال کا انداز بالکل سپاٹ تھا۔
"زبیر خان۔" انوشہ نے بغیر کسی جھجک کے بتایا۔
"شادی شدہ ہے؟ اس نے دوسرا سوال کیا۔
"نہیں، لیکن تم آج یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے رہو؟" انوشہ کو اس کا یہ ٹوہ والا انداز بہت برا لگا تھا۔
"ویسے ہی کچھ معلومات ہمیں بھی تو ہونا چاہئے۔" دانیال نے طنز کیا۔
"چائے پیو گیسٹ" وہ موضوع بدلتے ہوئے اس کے طنز کو نظر انداز کر کے بولی۔
"ضرور۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا انوشہ اٹھ کر کچن کی طرف آ گئی کچھ دیر بعد وہ چائے کے دو مگ لیے اندر داخل ہوئی ایک مگ دانیال کی طرف بڑھایا دوسرا خود لے کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔
"یہ پھوپھو اور پھوپھا جان کہاں ہیں؟" دانیال نے چائے کا سپ لیتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر استفسار کیا۔
"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں، وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہیں اور ابو اپنے اسٹڈی روم میں ہیں۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔
"انوشہ! جب سے علونیہ آپی کا انتقال ہوا ہے تم حد سے زیادہ کم گو اور سنجیدہ رہنے لگی ہو، اور ادھر شیراز بھائی کا بھی یہی حال ہے نہ ہنسنا نہ بولنا بس چپ، حالانکہ علونیہ آپی کے انتقال کو ڈیڑھ سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔" دانیال نے بڑی لاپروائی سے کہا۔
"دانیال بعض دکھ ایسے ہوتے ہیں جن کو بھرنے میں عرصہ لگ جاتا ہے۔" انوشہ کو اس کے انداز پر دکھ ہوا تھا۔
"خدانخواستہ مرنے والا یہ تو نہیں کہہ جاتا کہ آپ لوگ ہنسنا بولنا چھوڑ دیں۔ بھئی مجھے تو وہی انوشہ چاہئے جو ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی۔"
چائے کا سپ لیتی انوشہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی اس وقت دانیال اسے بالکل خود غرض سا انسان لگا تھا جسے صرف اپنا خیال ہو۔
رات کو بھائی اور بھابی شائستہ کی مزاج پرسی کو آئے ہوئے تھے ساتھ ہی شیراز اور دانیال بھی تھے۔ انوشہ نے چائے بنا کر سب میں سرو کی۔ اپنا مگ لے کر شیراز کے پاس بیٹھ گئی۔
"شیری بھائی! آج مجھے کولڈ ڈرنک، آئس کریم اور برگر کھانا ہے۔ اس لیے فوراً اٹھئے۔" انوشہ آج بڑے عرصہ بعد اپنے پرانے روپ میں آئی تھی۔
"ہائیں.... یہ اتنا سب کچھ ایک ہی وقت میں۔ کیا پھوپھو نے رات کا کھانا نہیں دیا۔" شیراز نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے چائے کا گھونٹ بھرا۔
"جی ہاں، یہ سب کچھ ایک ہی وقت میں کھانا ہے۔ رات کا کھانا اپنی جگہ یہ چیزیں اپنی جگہ۔" انوشہ نے چائے جلدی جلدی حلق سے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔
"بھئی اب تو تمہارے صاحب بھی خیر سے کمانے لگے ہیں، پھر کال ہے ان کی جیب نہ خالی کروائی جائے۔" شیراز نے دانیال کی طرف اشارہ کیا۔
"وہ صاحب کا اور میرا معاملہ ہے لیکن آج خالص آپ کی جیب خالی کروانا ہے۔" انوشہ بھی تنگ کر رہی تھی۔
"اچھا بھئی، منظور ہے چلو اٹھو۔" شیراز خالی مگ میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"چلو تم لوگ بھی۔" شیراز نے کارڈ کھیلتے دانیال اور رمیز کو بھی آفر دی۔
"نہ جی، آپ ہمیں تو معاف رکھیں یہ انوشہ تو سدا کی پیٹو ہے۔" رمیز نے بہن کو چھیڑا۔ دانیال نے بھی انکار میں سر ہلایا تو وہ انوشہ کے ساتھ باہر پورچ کی طرف آ گیا۔ خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی انوشہ بھی فرنٹ ڈور کھول کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔
"ہاں بھئی کہاں چلنا ہے؟" شیراز نے کار شفاف سڑک پر لاتے ہوئے کہا۔
"مہران، چلتے ہیں۔" انوشہ نے رائے دی۔
"ہاں بہتر جگہ ہے۔ ویسے اپنے مینو میں سے پہلے کیا

Scanned with CamScanner

کھاؤ گی؟" ڈرائیونگ کرتے شیراز نے شرارت کی۔
"مجھے کھانا سب ہی کچھ ہے۔ میرے مینو میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔" انوشہ اس کی شرارت سمجھ کر مسکرائی۔
"ہا... ہا... ہا۔" شیراز نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔ انوشہ تو اسے دیکھتی رہ گئی آج ایک عرصہ بعد وہ کھل کر اس طرح ہنسا تھا۔ ہنستے ہوئے وہ بے انتہا اچھا لگتا تھا پھر شیراز نے کار مہران کے قریب پارک کی۔ دونوں اتر کے اندر داخل ہوگئے ویٹر کچھ دیر بعد تمام اشیاء میز پر رکھ گیا۔ دونوں برگر اور کوک پینے کے ساتھ ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف تھے۔
"شیراز بھائی! ایک بات کہوں؟" انوشہ نے کوک کا سپ لیتے ہوئے کہا۔
"ارے بھئی، ایسی کون سی بات ہے جس کے لیے تمہید باندھ رہی ہو۔ اچھا کہو۔" شیراز مسکرایا۔
"آپ شادی کرلیں۔" اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔
"کیا...؟" شیراز نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔
"اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے دوسری شادی کرنا کوئی گناہ تو نہیں۔ میں خود آپ کے لیے پیاری سی لڑکی تلاش کروں گی امی جان بھی آپ کی شادی کی خواہش مند ہیں اور... پھر میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ میری شادی سے پہلے آپ کی دلہن اس گھر میں آجائے۔" انوشہ نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"انوشہ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔" وہ آزردہ ہوکر بولا۔
"تو اس میں حرج ہی کیا ہے شیراز بھائی۔ آخر آپ کب تک تنہا زندگی گزاریں گے؟" انوشہ نے اسے قائل کرنا چاہا۔
"انوشہ! میں تنہا نہیں، وہ ہر وقت میرے دل میں رہتی ہے۔ آج تو تم نے یہ بات کہہ دی لیکن آئندہ میں تمہارے منہ سے نہ سنوں۔" شیراز نے نرم لہجے میں تنبیہہ کی اور انوشہ نے جیسے دکھ سے خاموش ہوکر سر جھکا دیا تھا۔
پھر اس نے اچانک ہی جاب سے ریزائن دے دیا سب ہی حیران تھے کہ اس نے کتنا لڑ جھگڑ کر جاب کرنے کی اجازت لی تھی اور جاب چھوڑ بھی اپنی مرضی سے دی جو بھی اس سے وجہ پوچھتا وہ ایک ہی جواب دیتی کہ اب میرا دل جاب سے بھر چکا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت دانیال کو تھی لیکن اس نے انوشہ سے بالکل بھی اظہار نہ کیا۔
جاب چھوڑنے کے بعد بھی انوشہ کچھ پریشان اور الجھی الجھی سی دکھائی دیتی۔ گھر کے کسی فرد نے یہ بات نوٹ نہ کی سوائے دانیال کے۔ اس دن تو اس نے انوشہ پر اظہار بھی کر ڈالا۔
"تم نے جب سے جاب چھوڑی ہے کچھ پریشان پریشان سی رہنے لگی ہو۔" دانیال نے جیسے ٹٹولتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔
"نن... نہیں... ایسی تو کوئی بات نہیں۔" انوشہ نے بوکھلا کر جواب دیا تھا۔
"سچ کہہ رہی ہو؟" دانیال نے نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔
"مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی۔" وہ اپنی کیفیت پر کنٹرول کرتے ہوئے بڑے اعتماد سے جواب دے آگے بڑھ گئی۔
پھر علونیہ کی دوسری برسی کے بعد انوشہ اور دانیال کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ دونوں طرف تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔ شادی کارڈ تمام دوست واحباب میں بانٹ دیے گئے تھے۔
مہندی والے دن وہ صبح کو کسی کام کی وجہ سے انوشہ کی طرف جارہا تھا جب اتفاق سے پوسٹ مین ایک لمبا سا لفافہ ہاتھ میں لیے اس کی طرف آگیا اس سے پہلے کہ پوسٹ مین گیٹ بیل بجاتا۔ دانیال نے اس سے رجسٹری لفافہ لے کر رسید پر سائن کردیے۔ رجسٹری انوشہ کے نام

موٹاپے سے نجات
کا قدرتی ذریعہ
AZFA
GET SMART
40 دن میں 10 تا 12 پونڈ وزن میں یقینی کمی فرانس اور جرمنی کی ہومیوپیتھک ادویات سے تیار شدہ گیٹ اسمارٹ کیپسول جسم کی زائد چربی کو فطری انداز میں ختم کرکے آپ کی شخصیت کو جاذب نظر اور اسمارٹ بناتا ہے۔
عورتوں اور مردوں میں یکساں مفید
مزید تفصیلات کے لئے 6686128
ہر ہومیوپیتھک اور میڈیکل اسٹورز پر دستیاب ہے
POBOX NO.2112

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

تھی دانیال نے لفافہ پلٹ کر دیکھا تو اس کی نظریں جم کر رہ گئیں۔ پیچھے زبیر خان کا نام اور اس کے گھر کا ایڈریس تھا۔ اس کے دل میں پھر شک کے ناگ ابھرے' وہ لفافہ انوشہ کو دینے کے بجائے اپنے گھر لے آیا اور اپنے کمرے میں آکر فوراً" لفافہ چاک کیا۔ لفافے میں کسی جائداد کے کاغذات اور ایک خط تھا اس نے کاغذات پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر فوراً" خط کھول دیا۔

ڈیئر انوشہ

میرا خط دیکھ کر تم حیران اور پریشان تو کیا ہوگی بلکہ مجھے پورا یقین ہے کہ تم غصہ میں کھول جاؤ گی لیکن یہ جو دل ہے ناں بہت ظالم چیز ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم پرائی ہو' کسی کی امانت ہو' تمہاری محبت میں گرفتار ہوگیا۔ انوشہ میں نے چاہا نہیں بلکہ پوجا ہے یقیناً اگر یہ الفاظ میں تمہارے سامنے اپنے منہ سے کہتا تو تم مجھے شوٹ کردیتیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں سراب کے پیچھے بھاگ رہا ہوں لیکن اس دل کا کیا کروں جو تمہیں بے انتہا چاہتا ہے اور چاہتا رہے گا انوشہ ان ڈھائی سالوں میں۔ میں نے تم سے خاموش محبت کی ہے ہمیشہ تم سے اظہار کرتے ڈرتا تھا اور دیکھ لو میرا ڈر بالکل صحیح ثابت ہوا جس دن میں نے تم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا' تم اسی دن بڑی نفرت سے جاب سے ریزائن دے کر چلی گئیں۔ خیر تمہاری نفرت کا جواب میرے پاس تو محبت سے ہے' میں جانتا ہوں آج کل تمہاری شادی ہونے والی ہے لہٰذا فون بھی بار بار اسی لیے کرتا تھا کہ تم سے آخری بار بات ہو جائے لیکن تم تو فون پر میری آواز سنتے ہی بند کردیتیں۔ میرا تو دنیا میں کوئی بھی نہیں ایک تمہیں اپنا بنانا چاہا تو تم بھی پرائی نکلیں میں ہمیشہ کے لیے وطن چھوڑ کر جارہا ہوں اور جاتے جاتے تمہاری شادی کا تحفہ اپنی تمام جائداد تمہارے نام کرکے جارہا ہوں یہ میری طرف سے تمہارے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے اسے قبول کرلینا آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ خدا تمہیں میرے حصے کی بھی خوشیاں دے (آمین)

خدا حافظ

بدنصیب زبیر خان

خط پڑھ کر دانیال کا تو دماغ گھوم گیا۔ اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ غصہ میں بھرا کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

اس کی نگاہیں میں انوشہ اور زبیر خان کے سارے لمحات کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔ لوز کریکٹر لڑکی تم نے مجھے پاگل بنایا' میرے علاوہ کوئی دوسرا مرد بھی تمہیں چاہتا ہے اور چاہتا رہے گا یہ احساس اسے اندر ہی اندر کچوکے لگا رہا تھا۔ انوشہ' میں اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہوں کہ یہ سب کچھ بھلا دوں اب یہ میری انا کا سوال ہے۔ وہ غصہ میں آندھی طوفان کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔

دانیال نے انوشہ سے شادی سے انکار کردیا اور جب یہ بات بڑوں تک پہنچی تو اس نے سارا قصہ سنا کر جائداد کے کاغذات اور خط اس کے سامنے رکھ دیا۔

سب ہی پریشان ہوگئے تھے انوشہ تو مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بن گئی تھی۔ اس نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا۔ اس کے والدین کو اس پر اندھا اعتماد تھا۔ شائستہ نے روتی ہوئی بیٹی کو سینے سے لگالیا تھا۔

صفیہ اور حیدر بھی مطمئن تھے اور سب سے زیادہ شیراز کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دانیال انوشہ کا رشتہ ٹوٹے۔

اور پھر وہ سب کچھ ہوگیا جس کا کسی کو بھی یقین نہ تھا مہندی کی رات دانیال گھر چھوڑ گیا۔

اس کی تلاش پر دونوں گھر پریشان ہوگئے ہر جگہ اس کی تلاش شروع ہوگئی لیکن وہ نہ ملا۔ صبح شادی تھی دونوں گھر مہمانوں سے بھرے ہوئے تھے اور دانیال گھر سے غائب تھا۔ اب کیا ہوگا؟ یہ سوال ہر زبان پر تھا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ شیراز سارے شہر میں دانیال کی تلاش کے بعد تھکا ماندہ ناکام لوٹا تھا۔ صفیہ اور حیدر صاحب اس کے کمرے میں ایک ساتھ داخل ہوئے۔ پریشانی دونوں کے چہروں پر موجود تھی۔

"آیئے.... امی' ابو۔" وہ والدین کو دیکھ کر بیڈ پر سے اٹھ بیٹھا صفیہ اس کے قریب ہی بیڈ پر ٹک گئیں اور حیدر صاحب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

"کچھ پتا چلا اس خبیث انسان کا؟" حیدر صاحب غصہ میں بولے۔

"نہیں ابو۔ سارے شہر کی خاک چھان کر آرہا ہوں۔ اس کے ہر دوست' اسپتالوں اور تھانوں تک میں دیکھ آیا ہوں لیکن کچھ پتا نہیں چلا۔" شیراز نے مایوسی سے کہا۔

"بیٹا اس نے تو ہماری عزت خاک میں ملادی ہے اس

Scanned with CamScanner

ناخلف اولاد نے ہمیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے بس اب آخری امید تمہیں سے ہے۔ بیٹا۔" صفیہ نے دکھ سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں امی۔" شیراز نے چونک کر کہا۔

"بیٹا! ہم سب نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ انوشہ کی شادی تمہارے ساتھ ہوگی۔" حیدر صاحب نے کمرے میں جیسے دھماکا کیا۔

"کک۔۔۔ کیا کہہ رہے آپ' ابو۔" شیراز تو اس طرح اچھلا جیسے برقی تاروں کو چھولیا ہو۔

"ہاں شیراز بیٹا' تمہارے ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" صفیہ نے بڑی نرمی سے کہا۔

"نہیں امی' نہیں۔ انوشہ کے بارے میں تو میں یہ سوچ نہیں بھی سکتا یہ بالکل ناممکن ہے۔" شیراز نے بے بسی میں سرہلایا۔

"ممکن کیوں نہیں ہے' ایک تو ہماری عزت کو خاک میں ملا گیا ہے اب تم بھی وہی کرنا چاہتے ہو۔ جانتے ہو دونوں گھر مہمانوں سے بھرے ہوئے ہیں طرح طرح کی باتیں ہورہی ہیں بیٹا۔ لڑکی کی عزت تو کانچ سے بھی زیادہ نازک ہوتی ہے۔" صفیہ نے بڑی رسانیت سے سمجھایا۔

"شیراز! تمہاری ماں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میں تو اپنی بہن اور بہنوئی کے سامنے مارے شرمندگی کی سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔" حیدر صاحب بے حد ملال سے بولے۔

"لیکن ابو جان' میں انوشہ سے شادی نہیں کرسکتا' خدا کے لیے آپ میرے حال پر رحیم کیجیے۔" شیراز نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

"کیوں نہیں کرسکتے تم انوشہ سے شادی' ارے ادھر جاکر تو دیکھو شائستہ اور احسان بھائی کا تو برا حال ہے ہی لیکن وہ بچی تو نہ زندوں میں ہے نہ مردوں میں۔ ایسی بری حالت ہورہی ہے۔" صفیہ غصہ میں بولتی ہوئی رونے لگیں۔

"برخوردار! اب تم بھی ہمیں خوار کرلو۔" حیدر صاحب بھی تلخ ہوکر بولے۔

"ابو۔۔۔ ابو۔ آپ میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کریں۔" شیراز بے بس سا ہو کر بولا۔

"ارے کیا مجبوری ہے تمہیں؟ بس میں نے کہہ دیا کہ شیراز' تمہاری شادی ہر حال میں انوشہ سے ہوگی۔ اگر تمہیں یہ فیصلہ منظور نہیں تو مجھے اور اپنے باپ کو کہیں سے زہر لادو تاکہ ہم ہمیشہ کے لیے سو جائیں۔" صفیہ تو جیسے بھڑک اٹھی تھیں۔

آگے کنواں پیچھے کھائی' شیراز کا تو اس وقت یہ حال تھا۔

"چلو صفیہ اٹھو' ایسی نافرمان اولاد کی مجھے ضرورت نہیں۔" حیدر صاحب غصہ میں شیراز کی طرف دیکھتے ہوئے کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں اس کا فیصلہ سن کر جاؤں گی۔ مجھے ہاں یا ناں میں ابھی اور اسی وقت جواب چاہیے۔" صفیہ ضد میں بیٹھی تھیں۔

"یہ بھی وہی کرے گا صفیہ جو دانیال کرگیا ہے۔ لہٰذا وقت ضائع کرنے کے بجائے اٹھو یہاں سے کچھ اور سوچا جائے۔" حیدر صاحب کے لہجے میں غصہ اور طنز شامل تھا۔

"مجھے آپ دونوں کا فیصلہ منظور ہے۔" خاموش بیٹھے شیراز کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"ہائیں۔۔۔ کیا تو سچ کہہ رہا ہے شیراز؟" صفیہ ایکدم جوش میں اٹھیں اور بیٹے کو سینے سے لگالیا۔ حیدر صاحب بھی مطمئن ہوگئے۔

"امی بہرحال مجھے اپنی والدین کی عزت' وقار بہت عزیز ہے لیکن آپ انوشہ سے بھی پوچھ لیں جس کی زندگی میں آپ سب مل کر مجھے زبردستی شامل کررہے ہیں۔" شیراز نے بے حد شکستہ لہجے میں کہا۔

"بیٹا اسے بھی اپنے والدین کی عزت سے پیار ہے' وہ بھلا کیسے انکار کرسکتی ہے۔"

"چلیے حیدر' یہ خوشخبری شائستہ کی طرف بھی سنا دیں۔" صفیہ سے تو یہ خوشی سنبھلی نہیں جارہی تھی۔

حیدر صاحب نے بھی آگے بڑھ کر شیراز کو پیار کیا اور دونوں میاں بیوی کمرے سے باہر نکل گئے۔

❄

رات بارہ بجے کے قریب اس کی رخصتی ہوئی اور رخصتی کے وقت وہ اس قدر ٹوٹ کر روئی تھی کہ کئی دوسری آنکھیں بھی اس کی طرف دیکھ کر اشکبار ہوگئی تھیں۔

شیراز کی رشتے کی کزنز اس کا میک اپ ٹھیک کرکے اسے شیراز کے بیڈروم میں چھوڑ گئیں۔

اور اب وہ بیڈ پر بیٹھی تنہا بے آواز رونے میں مصروف تھی۔ دانیال نے جو دکھ دیا تھا وہ کم تو نہ تھا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"دانیال حیدر، خدا تمہیں کبھی بھی سکھی نہ رکھے۔ ہمیشہ محبت کے لیے ترستے رہو۔" اس نے دانیال کو بددعا دی تھی۔

"اور آپی تم بھی مجھے معاف کردینا کہ آج میں نے تمہاری جگہ سنبھال لی ہے۔" اس کے دل میں نئے سرے سے علونیہ کا غم تازہ ہوگیا تھا۔

"نہ تم دانیال حیدر اس طرح کرتے اور نہ میں آج یہاں ہوتی۔" وہ دانیال کو کوسنے میں مصروف تھی ایک دم دروازہ کھلا اور بند ہوگیا۔ شیراز اندر اس طرح داخل ہوا تھا کہ جیسے کسی نے اسے زبردستی بھیجا ہے اس کی نگاہ انوشہ پر پڑی جو گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھے صرف آنسو برسانے میں مصروف تھی شیراز کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس وقت کیا کرے۔ بے اختیار وہ کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا جب ٹہلنے سے بھی مطمئن نہ ہوا تو سامنے رکھے صوفے پر ڈھے گیا اور سگریٹ پر سگریٹ سلگانے لگا۔

کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہ خاموشی کس طرح ٹوٹے؟ شیراز کی کیفیت عجیب سی ہورہی تھی وہ بے حد الجھا الجھا سا بیٹھا تھا۔

پھر وہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے ہمت کرکے اٹھ کھڑا ہوا وہ بوجھل قدموں سے دبیز کارپٹ پر چلتا ہوا اس کے قریب آکر بیڈ پر ٹک گیا۔

"میرا خیال ہے تم کافی دنوں سے اسی طرح رو رہی ہو۔ اب آدھ گھنٹہ مجھے بھی ہو چکا ہے کمرے میں آئے ہوئے۔ تم مسلسل رو رہی ہو۔" شیراز نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"میں دانیال اور زبیر خان کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کیوں کہ آگ زبیر خان نے لگائی اور اس آگ کو بھڑکانے والا دانیال تھا۔" وہ آنسوؤں کے درمیان سسکیوں کو دباتے ہوئے بولی۔

"لعنت بھیجو دانیال اور زبیر خان پر، مجھے تم پر اندھا اعتماد ہے۔" شیراز کی نگاہیں اس کی آنسو بھری نگاہوں سے ٹکرائیں اور اس کے جملے پر انوشہ کی بھیگی بھیگی پلکیں لرز کر جھک گئیں۔

ان کی شادی کے ایک ماہ بعد دانیال کا خط آیا تھا، جس میں اس نے اپنی خیریت لکھی تھی۔ نہ اپنے فعل پر کوئی ندامت، نہ کوئی دکھ، اپنا نہ کوئی ایڈریس لکھا، بس لفافے سے یہ معلوم ہوسکا تھا کہ یہ خط جرمنی سے آیا ہے۔

حیدر صاحب نے تو خط پڑھ کر پھاڑ ڈالا اور بے شمار بددعائیں دے ڈالیں۔ البتہ صفیہ دل تھام کر رہ گئیں لیکن دل پر پتھر تو آخر انہیں بھی رکھنا پڑا۔

اور آج آٹھ سال بعد، وہ تین پیارے پیارے بچوں کے والدین تھے دو جڑواں بیٹے اور ایک پیاری سی بیٹی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اتنا چاہا اتنا پیار اور اتنا سکھ دیا تھا کہ وہ اپنے سارے پرانے غم بھول گئے اور اپنی نئی دنیا میں مگن ہوگئے۔

وہ بھی عام دنوں جیسا دن تھا شام کو اسد اور فہد لان میں کرکٹ کھیل رہے تھے کہ گیٹ پر بیل ہوئی۔

"بھئی فہد کھیل ختم۔" اسد بیٹ پھینک کر گیٹ کی طرف بڑھا۔

"انکل! کس سے ملنا ہے آپ کو؟" چھ سالہ اسد نے بڑے شائستہ انداز میں گیٹ پر کھڑے سوٹ کیس سمیت شخص سے استفسار کیا بچے کو دیکھ کر اس نے چونک کر دوبارہ تیم بیٹ کی طرف دیکھا کہ کہیں غلطی سے کسی اور کے گیٹ کی بیل تو نہیں بجادی لیکن وہ تو بالکل ٹھیک گھر کے سامنے کھڑا تھا۔

"انکل آپ کس سے ملنا ہے؟" اسد نے دوبارہ کہا۔

"سب سے ملنا ہے بیٹا لیکن آپ کون ہیں؟" اس نے بڑی دلچسپی سے اس خوبصورت صحت مند بچے کی طرف دیکھا۔

"ہوں..... سب سے کیسے ملیں گے۔ پاپا اور دادا جان تو گھر پر نہیں۔ ممی اور دادی جان گھر پر ہیں۔ چلئے آپ اندر آجائیں۔ میں دادی جان کے پاس آپ کو لے چلتا ہوں۔" اسد اپنی ذہین آنکھیں جھپکاتے ہوئے اسے اندر لے آیا۔

"بیٹا آپ نے اپنا نام نہیں بتایا؟" اس نے ساتھ چلتے اسد سے استفسار کیا۔ اسے اس بچے سے باتیں کرنے میں بہت لطف آرہا تھا۔

"میرا نام اسد شیراز ہے اور میں کلاس ون میں پڑھتا ہوں۔" اسد نے نام کے ساتھ اپنا مکمل تعارف کرایا۔

اسد کے ساتھ شیراز کا سن کر وہ بری طرح ٹھٹکا تھا لیکن خاموش رہا۔

"دادی جان! مہمان آئے ہیں۔" اسد نے ٹی، وی

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے شور مچایا۔ اور صفیہ دروازے میں کھڑے دانیال حیدر کو دیکھ کر گنگ رہ گئیں پورے آٹھ سال بعد وہ آج بیٹے کو دیکھ رہی تھیں اچانک ان کی بانہیں وا ہوگئیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

"فہد... فہد۔" انوشہ بیٹے کے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ دانیال کی اس کی جانب پشت تھی۔

"ہائے دادی جان بچالیں۔ ممی ماریں گی۔" فہد صفیہ کے پیچھے آکر چھپ گیا۔

دانیال نے حیرت سے بیٹھے اسد اور صفیہ کے پیچھے کھڑے فہد کی طرف دیکھا۔ دونوں ہم شکل تھے ذرہ برابر بھی تو فرق نہ تھا وہ بہت کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن خاموش تھا۔

"ارے کیوں بچے کے پیچھے پڑگئی ہو؟" صفیہ نے جیسے پیار بھری سرزنش کی۔

"امی جان! گڑیا کو سونے نہیں دیتے۔ میں پڑھ رہی تھی اور اس شیطان نے جاکر کر اسے جگادیا۔" وہ ابھی تک دوسرے دروازے کے بیچ میں کھڑی تھی۔

"سچ ممی، میں نے نہیں اسے جگایا تھا۔ وہ تو خود کاٹ میں پڑی رو رہی تھی۔ میں تو اسے چپ کرانے گیا تھا۔" صفیہ کے پیچھے کھڑے فہد نے بڑی معصومیت سے جھوٹ بولا۔

"فہد! تم آج میرے ہاتھوں سے بچ جاؤ گے۔" وہ غصہ میں بولی۔

"فہد تم دادا جان کے کمرے میں چھپ جاؤ۔" اسد نے مفید مشورہ دیا۔

"تمہاری بھی خبر لیتی ہوں۔" انوشہ آگے بڑھ کر پلٹی تھی کہ اس کے قدم جیسے زمین پر جم گئے۔ دماغ میں آندھیاں سی چل گئیں دانیال کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے پرانے زخموں کے منہ پھر کھلنے لگے تھے۔

اور دانیال تو اسے دیکھ کر جیسے کھو گیا تھا۔

عام سے کپڑوں میں پونی ٹیل کی جگہ کمر پر جھولتی بالوں کی لمبی سی چوٹی ایک شانے پر لاپروائی سے پڑا دوپٹہ وہ تو پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوگئی تھی۔

"ممی! فہد بھاگ گیا۔" اسد کی آواز پر وہ دونوں چونک اٹھے۔ انوشہ اس پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈال کر لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

غزل

شدتِ حبس سے گھٹ کر نہیں مرجاؤں گا
جب گھٹا ٹوٹ کے برسے گی تو گھر جاؤں گا
تو جدھر جائے گا محسوس کرے گا مجھ کو
بن کے خوشبو تیری راہوں میں بکھر جاؤں گا
بے رُخی راہ کی دیوار نہیں بن سکتی
میں بہرطور تیرے دل میں اترجاؤں گا
اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا جو کہا کرتا تھا
میں اگر تجھ سے بچھڑجاؤں تو مرجاؤں گا
قلبِ حیدر میں تیرے پیار کی سچی ہے لگن
میں ہر اک راہ کی مشکل سے گزر جاؤں گا

عظیم حیدر رشید، نیوملتان

"امی! یہ انوشہ اور بچے اس گھر میں کیسے؟" دانیال نے حیرت میں گم بڑا بے تکا سا سوال کرڈالا۔

"بیٹے! یہ شیراز کے بیوی بچے ہیں۔ ظاہر ہے ان کا گھر یہی ہوگا۔" صفیہ کے اس جواب نے دانیال کو لاجواب کردیا تھا۔

آج اس کے منہ پر بہت بڑا طمانچہ پڑا تھا وہ اپنی نظروں میں گر گیا۔

اور پھر چند گھنٹوں بعد شیراز اور حیدر صاحب بھی آگئے کمرے کا ماحول چند لمحوں میں بدل گیا آخر وہ ان کا خون تھا۔

ایک ہفتہ ہوچکا تھا دانیال کو آئے ہوئے لیکن انوشہ اس دن کے بعد اس کے سامنے نہیں گئی۔

وہ وارڈروب میں سر دیے گڑیا کے چھوٹے چھوٹے کپڑے نکالنے میں مصروف، ساتھ ہی کچھ منہ ہی منہ بڑبڑ رہی تھی۔ بیٹوں کے ساتھ کیرم کھیلنے میں مصروف شیراز اس کی بڑبڑاہٹ سننے کی پوری کوشش کررہا تھا۔

"جان شیراز! کیا ہوگیا ہے بھئی؟ یہ آپ کے فضول سے کاموں کے لیے سارا دن بہت نہیں ہے جو آپ رات گئے تک ان میں لگی رہتی ہیں یعنی کہ ہماری کوئی پروا نہیں۔" شیراز نے گردن موڑ کر اس کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھا۔

"پاپا دیکھ لیں، یہ اسد بھائی نے گوٹ چھپالی ہے۔" فہد نے چیخ کر کہا۔

"فہد! آہستہ چیخو۔ گڑیا اٹھ جائے گی۔" انوشہ نے

Digestlibrary.com
Scanned with CamScanner

وارڈروب سے سر نکال کر کاٹ میں پڑی گڑیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے ڈانٹا۔

"یہ تم پر کون سی افتاد آپڑی ہے جو وارڈروب سے نکلنے کا نام نہیں لے رہی ہو؟" شیراز بیزار ہوا۔

"یہ آپ کی اولاد کا کیا دھرا ہے۔ اسد صاحب سے کہا تھا کہ گڑیا کے کپڑے باسکٹ میں رکھنا اور انہوں نے لا کر وارڈروب میں پھینک دیے۔" انوشہ نے وارڈروب کے پٹ بند کر کے کونے سے گڑیا کی باسکٹ اٹھائی اور ادھر ہی کارپٹ پر بیٹھ کر کپڑوں کی تہہ لگا لگا کر باسکٹ میں رکھنے لگی۔

"اچھا اب یہ اتنی دور کیوں بیٹھ گئی ہو۔ ادھر آجاؤ ہمارے پاس۔" شیراز نے شرارت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی نہیں، میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔" انوشہ اس کی نگاہوں سے بچتے ہوئے بولی۔ وہ اس کی شوخیوں سے اچھی طرح واقف تھی۔

"پاپا۔۔۔ کھیلیں ناں۔" اسد فہد نے اسے کھیل سے غافل دیکھ کر کہا۔

"یار بس نہ کریں۔ اب موڈ نہیں ہو رہا۔" شیراز نے کھیل ختم کرنا چاہا۔

"نہیں نہیں۔۔۔ جی نہیں، اب آپ ہارنے لگے ہیں تو کھیل ختم کر رہے ہیں۔" اسد فہد نے جیسے شور مچایا۔

"اچھا بابا اچھا۔" شیراز نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں آپ باپ بیٹوں سے پھر کہہ رہی ہوں اگر گڑیا اٹھ گئی تو سب کو کمرے سے باہر کر دوں گی۔" کام میں مصروف انوشہ نے انہیں وارننگ دی۔

"یس میڈم۔" شیراز نے بیٹوں کو آنکھ مارتے ہوئے انوشہ سے کہا۔

"اوہو۔ پاپا ہار گئے، پاپا ہار گئے۔" چند لمحوں بعد اسد فہد نے باپ کی ہار اور اپنی جیت پر اچھا خاصا شور مچا ڈالا۔

اسد فہد بھی سو چکے تھے۔ شیراز نے بغور ان کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے ان کے بیچ میں سے اٹھا دونوں پر کمبل درست کر کے اوڑھا دیا اور میز پر پڑا میگزین اٹھا کر اپنے بیڈ پر آگیا۔

"اب تم بھی اپنا یہ بازار بند کرو مجھے نیند آرہی ہے۔" شیراز نے چند لمحوں بعد میگزین سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں آرہی ہوں۔" انوشہ نے کپڑوں سے بھری باسکٹ کو بند کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے چہرے پر اردگرد بکھری لٹوں کو کانوں کے پیچھے کیا تو بے ساختہ نگاہ شیراز کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" وہ بڑے دلنشیں انداز میں مسکرائی تھی۔

"دیکھ رہا ہوں کہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ دن میں تو تمہیں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور اوپر سے ہماری اولاد ماشاء اللہ آپ کو بہت مصروف رکھتی ہے پھر تو ہم تمہیں اسی وقت دیکھیں گے جب ہمیں موقع ملے گا۔" شیراز شرارت سے مسکرایا۔

"اچھا۔" انوشہ بھی بڑے شریر سے انداز میں کھلکھلائی تھی دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے وہی دشمن جاں کھڑا تھا جس کی طرف انوشہ کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔

"کون ہے انوشہ؟" چند لمحوں بعد شیراز نے کہا۔

"آپ کے بھائی ہیں۔" انوشہ نفرت سے بھرپور سلگتی ہوئی نگاہ اس پر ڈال کر باہر نکل گئی۔ اسے اپنے کمرے میں دانیال کی موجودگی بھی پسند نہ تھی۔ وہ کچن کی طرف آگئی۔

فہد رات کو سونے سے پہلے دودھ ضرور پیتا تھا اس لیے وہ اس کے لیے دودھ گرم کرنے لگی دودھ تیار کر کے وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ وہ دانیال کا کمرے سے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا اسے کچن میں بیٹھے ہوئے اچانک قدموں کی چاپ سنائی دی۔ انوشہ نے نظریں اوپر اٹھائی تو سامنے کچن کے دروازے میں دانیال استادہ تھا۔

"انوشہ۔۔۔" اس کے لہجے میں ایک تڑپ، ایک محرومی بول رہی تھی۔

"دانیال حیدر صاحب آپ کو کوئی حق نہیں میرا نام اپنی زبان پر لانے کا۔ یہ حق صرف میرے شوہر کو حاصل ہے۔" وہ پھنکاری تھی۔

"ہاں، بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔" دانیال کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ تھی انوشہ نے رخ پھیر لیا۔

"میں جانتا ہوں انوشہ کہ تم مجھے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے مجھ جیسے بندے کے ساتھ ہونا بھی یہی چاہیے۔ میں اپنے کیے کی سزا بھگت رہا ہوں میری زندگی میں

Scanned with CamScanner

محبت نام کی کوئی چیز نہیں ہے' میں روز جیتا ہوں اور روز مرتا ہوں۔ میں نے تمہارے ارمانوں کا خون کیا تھا' تم پر شک کیا تھا میں تمہارا مجرم ہوں۔ اگر ہوسکے تو کبھی مجھے معاف کردینا۔ شاید اس طرح خدا مجھ پر رحم کردے شیراز بھائی بہت خوش قسمت ہیں۔" دانیال اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا کچن کے دروازے سے غائب ہوگیا۔

"ہر بندے کو اپنے اعمال کی سزا اس دنیا میں ضرور ملتی ہے دانیال۔" انوشہ کی کیفیت عجیب سی ہورہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا چند لمحوں بعد وہ اپنے آپ کو نارمل کرتی ہوئی دودھ کا گلاس لیے بیڈ روم میں داخل ہوئی ساتھ ہی اس نے ٹیوب لائٹ کا بٹن آف کردیا۔

"انوشہ کہاں رہ گئی تھیں؟" شیراز نے سائیڈ سے لیمپ روشن کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے لیے دودھ گرم کررہی تھی۔" اس نے گلاس قریب پڑی تپائی پر رکھ دیا۔

"اتنی خاموش کیوں ہو؟" شیراز نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب بٹھالیا۔

"بس کبھی کبھی خاموش رہنے کو بھی دل چاہتا ہے۔" انوشہ نے دھیرے سے کہا۔

"دانیال مجھ سے ملنے آیا تھا۔ وہ صبح کی فلائیٹ سے واپس جرمنی جارہا ہے۔ امی ابو تو کہہ رہے ہیں ہمیشہ کے لیے پاکستان آجاؤ لیکن وہاں اس کا بزنس سیٹ ہے اور پھر اس کی جرمن بیوی پاکستان نہیں آنا چاہتی۔" شیراز نے تفصیل سے بتایا۔

"تو آپ مجھے کیا سنا رہے ہیں؟" انوشہ کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔

"بھئی میں تو ویسے ہی بتا رہا تھا۔" شیراز محسوس کرچکا تھا کہ اسے دانیال کا ذکر پسند نہیں آیا۔

"دیکھیں شیراز' وہ آپ کا بھائی ہے لیکن میرا مجرم ضرور ہے' اس کے باوجود میں آپ کو کبھی یہ نہیں کہوں گی کہ آپ اس سے رشتہ توڑ لیں کیوں کہ میں جانتی ہوں چاہے آپس میں ہزار اختلافات ہوجائیں لیکن یہ جو خون کے رشتے ہوتے ہیں ناں یہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔" وہ بے حد سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"میں جانتا ہوں انوشہ' جس دن سے دانیال آیا ہے تم بہت اپ سیٹ ہو۔" شیراز نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بس آج کے بعد آپ اس شخص کا ذکر میرے سامنے مت کیجئے گا کیوں کہ شیراز میں ایک مشرقی عورت ہوں آپ کی زندگی میں شامل ہونے سے پہلے میں نے اپنے ماضی کا وہ باب پھاڑ دیا تھا جس میں کبھی دانیال کا نام لکھا تھا۔ میں آٹھ سال سے بڑی ایمانداری سے آپ کے ساتھ اپنی وفاداریاں نبھارہی ہوں اور مرتے دم تک نبھاؤں گی۔" آنسو بڑی روانی سے انوشہ کی آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن یہ کیا بھئی؟ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ شادی کے بعد میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسو آنے دیے ہوں اور اب تم وعدہ خلافی کررہی ہو۔" شیراز نے پیار بھری سرزنش کی۔

انوشہ نے دوپٹے کے پلو سے بھیگا چہرہ رگڑ ڈالا۔

"آہ... بہت ظالم ہو تم۔" شیراز نے شریر انداز میں ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"وہ کیسے؟" انوشہ جیسے حیران ہوگئی۔

"اتنے قیمتی آنسو تم نے کتنی لاپروائی سے صاف کیے کبھی ہمیں بھی اپنی خدمت پیش کرنے کا موقع دیا کرو۔" وہ انوشہ کو شوخ ہوتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"چھوڑیں بھی۔" وہ اس کا مطلب سمجھ کر جھینپ گئی۔

"واہ ایسے کیسے چھوڑ دیں تمہارے پورے جملہ حقوق کے مالک ہیں۔" شیراز شرارت کے موڈ میں تھا۔

اسی لمحے گڑیا رونے لگی انوشہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں' جی جائیں ادھر' اب ہمارا نمبر کہاں آئے گا۔" شیراز نے شرارت سے انوشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور تکیہ کے ساتھ ٹیک لگادی۔

"توبہ ہے آپ سے تو شیراز' مجھے گڑیا کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔ اس لیے تو بار بار اٹھ رہی ہے۔" انوشہ نے آگے بڑھ کر کاٹ میں روتی ہوئی گڑیا کو اٹھایا اور اس پر ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے شیراز کے چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ آگئی ایک انوشہ کے وجود نے ہی تو اسے اتنی خوشیاں دی تھیں اور بہرحال اسے یہ خوشیاں بہت عزیز تھیں۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner